ماہنامہ
# خواتین

جمادی الاخریٰ 1446ھ دسمبر 2024ء

جلد: 3 شمارہ: 12

ویب ایڈیشن

## 100 حج کا ثواب

فرمانِ آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم:
جس نے صبح و شام 100، 100 مرتبہ
"سُبْحٰنَ اللہ"
پڑھا تو وہ 100 حج کرنے والے کی
طرح ہے۔ (ترمذی، 5/ 288، حدیث: 3482)

## بیماری سے حفاظت

"یَامَاجِدُ"

10 بار پڑھ کر شربت وغیرہ پر دم کر کے جو پی لیا کرے
اِنْ شَآءَ اللہ (سخت) بیمار نہ ہو گا۔ (40 روحانی علاج، ص 9)
**نوٹ:** وظیفہ کے اول آخر تین تین بار درود شریف پڑھنا ہے۔

## غربت سے نجات کا انتہائی آسان نسخہ

"یَا مَلِكُ"

جو غریب و نادار روزانہ 90 بار پڑھا کرے اِنْ شَآءَ اللہ
غربت سے نجات پائے گا۔ (مدنی پنج سورہ، ص 246)

## اب ہو گی مَن کی مراد پوری اِنْ شَآءَ اللہ

"یَارَافِعُ"

20 بار جو روزانہ پڑھا کرے گا، اِنْ شَآءَ اللہ
اُس کی مراد پوری ہو گی۔ (مدنی پنج سورہ، ص 249)

# فہرست


| | | |
|---|---|---|
| حمد و نعت | مناجات و نعت | 2 |
| پیغامِ بنتِ عطار | 63نیک اعمال (نیک عمل نمبر27) | 3 |
| تفسیرِ قرآنِ کریم | بُرائی سے نہ روکنا (قسط:3) | 6 |
| شرحِ حدیث | نجومیوں کے پاس جانا منع ہے! (قسط:2) | 9 |
| ایمانیات | حساب کتاب (قسط:1) | 12 |
| فیضانِ سیرتِ نبوی | حضور کے دودھ پینے کی عمر کے واقعات (قسط:10) | 14 |
| فیضانِ سیرتِ نبوی | حضور کی روزوں سے محبت | 17 |
| فیضانِ اعلیٰ حضرت | شرح سلام رضا | 19 |
| فیضانِ امیرِ اہلِ سنت | مدنی مذاکرہ | 21 |
| اسلام اور عورت | بیٹیوں کا لباس | 23 |
| شرعی رہنمائی | اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل | 25 |
| بزرگ خواتین کے سبق آموز واقعات | ترجیحات کا تعین | 26 |
| رسم و رواج | بارات (قسط:3) | 28 |
| حصولِ علمِ دین کی رکاوٹیں | ڈسپلن کی اہمیت (قسط:4) | 30 |
| اخلاقیات | غلطی مان لینا | 33 |
| اخلاقیات | غلطی نہ مان لینا | 36 |
| نئی لکھاری | تحریری مقابلہ | 38 |



چیف ایڈیٹر
مولانا ابو الابصار قادری

سینئر معاون
مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی

ڈیزائنر
ابو اذلان عطاری

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی
دار الافتاء اہلِ سنت (دعوتِ اسلامی)



اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریراً) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
mahnamahkhawateen@dawateislami.net



پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین اسلامک ریسرچ سینٹر (المدینۃ العلمیۃ) دعوتِ اسلامی

# حمد و نعت

## مناجات

### مِٹا میرے رنج و اَلَم یاالٰہی

مِٹا میرے رنج و اَلَم یاالٰہی
عطا کر مجھے اپنا غم یاالٰہی

جو عشقِ محمد میں آنسو بہائے
عطا کردے وہ چشمِ نَم یاالٰہی

دِکھادے مدینے کی گلیاں دِکھادے
دکھادے نبی کا حَرَم یاالٰہی

مجھے دیدے ایمان پر استقامت
پئے سیّدِ مُحتَشَم یاالٰہی

سدا کیلئے ہوجا راضی خدایا
ہمیشہ ہو لُطف و کرم یاالٰہی

میں تحریر سے دِیں کا ڈنکا بجادوں
عطا کردے ایسا قلم یاالٰہی

تُو عطّار کو بے سبب بخش مولیٰ
کرم کر کرم کر کرم یاالٰہی

از: امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ

وسائلِ بخشش، ص109

## نعت

### سلطانِ جہاں محبوبِ خدا ترِی شان و شوکت کیا کہنا

سلطانِ جہاں محبوبِ خدا ترِی شان و شوکت کیا کہنا
ہر شے پہ لکھا ہے نام ترا، ترِے ذکر کی رِفعت کیا کہنا

ہے سر پر تاج نبوت کا جوڑا ہے تن پہ کرامت کا
سہرا ہے جبیں پہ شفاعت کا اُمّت پہ ہے رحمت کیا کہنا

قرآن کلامِ باری ہے اور تیری زباں سے جاری ہے
کیا ترِی فصاحت پیاری ہے اور تیری بلاغت کیا کہنا

باتوں سے ٹپکتی لذّت ہے آنکھوں سے برستی رَحمت ہے
خطبے سے چمکتی ہیبت ہے اے شاہِ رسالت کیا کہنا

آنکھوں سے کیا دریا جاری اور لب پہ دُعا پیاری پیاری
رو رو کے گزاری شب ساری اے حامیِ اُمّت کیا کہنا

عالَم کی بھریں ہر دَم جھولی خود کھائیں تو بس جَو کی روٹی
وہ شان عطا و سخاوت کی یہ زُہد و قناعت کیا کہنا

شُہرت ہے جمیل اتنی تیری یہ سب ہے کرامت مُرشد کی
کہتے ہیں تجھے مدّاحِ نبی سب اہلسنّت کیا کہنا

از: مدّاح الحبیب مولانا جمیل الرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ

قبالۂ بخشش، ص47

# 63 نیک اعمال

(نیک عمل نمبر 27)

کھانا اللہ پاک کی ایک ایسی پیاری نعمت ہے جس میں ہمارے لئے طرح طرح کی لذتیں رکھی گئی ہیں۔ کھانا انسانی جسم کے لئے وہی حیثیت رکھتا ہے جو کسی بھی مشین کے لئے ایندھن کی ہے، چنانچہ مناسب اور درمیانے انداز میں کھانا مفید اور بے تکے انداز میں کھانا انتہائی نقصان دہ ہے۔ لہٰذا ہمارے لئے بہتر یہ ہے کہ ہم اس طریقے کے مطابق کھانا کھائیں جو طبیبوں کے طبیب، اللہ پاک کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ہمیں بتایا ہے اور اسی بات کی جانب امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے 63 نیک اعمال کے رسالے کے سوال نمبر 27 میں کچھ یوں توجہ دلائی ہے: کیا آج آپ نے سنت کے مطابق کھانا کھایا اور کھانے سے پہلے اور بعد کی دعائیں پڑھیں؟

اگر ہم اللہ پاک کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سنت کے مطابق کھانا کھائیں تو ہمارے لئے برکت و ثواب کا باعث ہو گا۔ چنانچہ کھانا کھانے کی چند سنتیں ملاحظہ فرمائیے:

**کھانے کا وضو** کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں وضو کرنے کی بہت برکتیں ہیں، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: کھانے سے پہلے اور بعد میں وضو کرنا محتاجی کو دور کرتا ہے اور یہ رسولوں کی سنتوں میں سے ہے۔[1] ایک اور روایت میں ہے: جو یہ پسند کرے کہ اللہ پاک اس کے گھر میں بھلائی زیادہ کرے تو جب کھانا حاضر کیا جائے، وضو کرے اور جب اٹھایا جائے اس وقت بھی وضو کرے۔[2] البتہ! خیال رہے کہ کھانے کے وضو سے مراد نماز والا وضو نہیں بلکہ اس میں دونوں ہاتھ گٹّوں تک اور منہ کا اگلا حصّہ دھونا اور کلی کرنا ہے۔

ہاتھوں سے چونکہ کئی کام کئے جاتے ہیں اور وہ مختلف چیزوں سے مس بھی ہوتے ہیں لہٰذا ان پر میل کچیل اور کئی طرح کے جراثیم لگ جاتے ہیں۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھو لینے سے یہ صاف ہو جاتے ہیں اور سنت کی برکت سے کئی بیماریوں سے نجات بھی ملتی ہے۔ مگر کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئیں تو تولیے سے نہ پونچھیے کہ تولیہ وغیرہ کے جراثیم لگ سکتے ہیں۔

زمین پر دستر خوان بچھا کر کھانا سنت ہے۔[3] جب دستر خوان لگایا جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم یہ دعا پڑھتے: بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا نِعْمَةً مَّشْكُوْرَةً تَصِلُ بِهَا نِعْمَةَ الْجَنَّةِ یعنی اللہ پاک کے نام سے شروع، یااللہ! اس کو ایسی نعمت بنا جس کا شکر ادا کیا جائے اور اس کے ذریعے جنت کی نعمت تک پہنچا جا سکے۔[4] یہ دعا بھی پڑھ لی جائے بِسْمِ اللهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اگر کھانے میں زہر بھی ہو گا تو ان شاء اللہ اثر نہیں کرے گا۔[5]

**مل کر کھانا کھانا** ایک مرتبہ صحابہ کرام نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! ہم کھانا تو کھاتے ہیں لیکن پیٹ نہیں بھرتا۔ ارشاد فرمایا: شاید تم الگ الگ کھاتے ہو گے؟ عرض کی: جی ہاں! ارشاد فرمایا: مل بیٹھ کر کھانا کھایا کرو اور کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا کرو تمہارے لئے کھانے میں برکت دی جائے گی۔[6] ایک اور روایت میں ہے: مل کر کھاؤ! الگ الگ نہ کھاؤ کہ برکت جماعت کے ساتھ ہے۔[7] پتھالوجی کے ایک پروفیسر نے انکشاف کیا ہے جب مل کر کھانا کھایا جاتا ہے تو سب کھانے والوں کے جراثیم کھانے میں مل جاتے ہیں

اور وہ دوسرے امراض کے جراثیم کو مار ڈالتے ہیں نیز بعض اوقات کھانے میں شفا کے جراثیم شامل ہو جاتے ہیں جو معدے کے امراض کے لئے مفید ہوتے ہیں۔[8]

**بیٹھ کر کھانے کا سنت طریقہ** کھانا کھانے کے لیے بیٹھنے کی ایک سنت یہ ہے کہ کھانے کے وقت بایاں (اُلٹا) پاؤں بچھا دے اور داہنا (سیدھا) کھڑا رکھے یا سرین پر بیٹھے اور دونوں گھٹنے کھڑے رکھے۔[9] دو زانو بیٹھ کر کھانا جس طرح اَلتَّحِیَّات میں بیٹھتے ہیں، یہ بھی سنت ہے۔[10]

دونوں گھٹنے کھڑے کر کے زمین سے سرین لگا کر کھانے سے بقدرِ ضرورت ہی کھانا معدے میں جاتا ہے جس کے سبب امراض سے حفاظت ہوتی ہے۔ ایک پاؤں کھڑا کر کے اور دوسرا بچھا کر کھانے کی سنت کی برکت سے تلّی کی بیماریوں سے بچاؤ ہوتا ہے اور رانوں کے پٹھے مضبوط ہوتے ہیں۔

چار زانو یعنی چوکڑی مار کر کھانے کے عادی کا موٹاپا بڑھتا اور توند نکل آتی ہے۔ نیز چار زانو کھانے سے بڑی آنت کا درد ہو جانے کا بھی خطرہ رہتا ہے۔ لہٰذا چوکڑی مار کر یعنی چار زانو بیٹھ کر کھانا کھانے والوں کو چاہیے کہ اپنا ذہن بنائیں اور سنت کے مطابق بیٹھ کر کھائیں کہ سنت میں عظمت ہے۔ البتہ! اس طرح بیٹھ کر کھانے والوں کو ٹوکا نہ جائے کہ ان میں بہت سے سنت کے مطابق بیٹھ کر کھانا چاہتے ہیں لیکن ان کے لئے سنت کے مطابق بیٹھنا مشکل ہوتا ہے، اگر ایسے لوگ خود کوشش کرنا شروع کر دیں تو سنت کے مطابق بیٹھنے میں کامیاب ہو جائیں گے، دو چار دن پریشانی ہو گی پھر ٹھیک ہو جائیں گے۔ اسلامی بہنیں شاید ایسا سمجھتی ہیں کہ ان کے لئے یہ طریقہ سنت نہیں ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں، بلکہ اسلامی بہنوں کو بھی اسی طرح سنت کے مطابق بیٹھ کر کھانا کھانا چاہیے۔ کرسی ٹیبل پر کھانا اگرچہ ناجائز نہیں ہے، لیکن سنت کے خلاف ہے اور صحّت کے لئے نقصان دہ بھی ہے۔

**دائیں ہاتھ سے کھانا** کھانا دائیں ہاتھ سے کھائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو الٹے ہاتھ سے کھانا پینا بے حد ناپسند تھا۔[11] ایک بزرگ فرماتے ہیں: لینے اور دینے میں دائیں (سیدھے) ہاتھ کو استعمال کرو۔ یہ عادت ایسی پختہ (پکی) ہو جائے کہ کل قیامت کو جب نامۂ اعمال پیش ہو تو اسی عادت کے موافق دایاں (سیدھا) ہاتھ آگے بڑھ جائے تب تو کام بن جائے گا۔[12]

## مختلف سنتیں اور آداب

☆ اپنے سامنے سے کھانا کھانا سنت ہے۔[13] ☆ حضور نے کبھی کسی کھانے کو بُرا نہیں کہا، اگر پسند ہوتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔[14] ☆ کھانے کے وقت جوتے اتار لینا سُنتِ جمیلہ (اچھا طریقہ) ہے۔[15] ☆ گرم کھانے میں برکت نہیں لہٰذا کچھ ٹھنڈا ہونے کے بعد کھانا چاہئے۔ ایک روایت میں ہے: گرم کھانا ٹھنڈا کر لیا کرو کیونکہ گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔[16] حضور کھانے کی بھاپ ختم ہونے سے پہلے اسے کھانا ناپسند فرماتے۔[17] کھانا ٹھنڈا کیجئے مگر یہ ضروری نہیں کہ اتنا ٹھنڈا کر دیں کہ جم کر بدمزہ ہو جائے بلکہ کچھ ٹھنڈا ہو لینے دیں کہ بھاپ اٹھنا بند ہو جائے۔ ☆ جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے شیطان کے لیے وہ کھانا حلال ہو جاتا ہے۔[18] اگر شروع میں کوئی اللہ پاک کا نام لینا بھول جائے تو یوں کہے: بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ۔[19]

**کھانا تین انگلیوں سے کھانا سنت ہے** ایک روایت کے مطابق تین انگلیوں سے کھانا سنت اور پانچ انگلیوں سے کھانا گنواروں کا طریقہ ہے۔[20] البتہ حضور بسا اوقات چار انگلیوں سے بھی کھانا کھاتے تھے۔[21] تین انگلیوں سے انگوٹھا، شہادت کی اور بیچ والی انگلی مراد ہے، بلا عذر چار یا پانچ انگلیوں سے نہیں کھانا چاہیے کہ پانچ انگلیوں سے کھانا حریصوں کی علامت ہے۔[22] تین انگلیوں سے کھانے کا نوالہ چھوٹا بنتا ہے اور اسے چبانا بھی آسان ہے۔ جتنا بہتر طریقے پر چبائیں گی اتنا ہی منہ سے نکلنے والا ہاضم لعاب اس میں شامل ہو گا اور اس طرح کھانا جلدی ہضم ہو گا۔[23]

☆ چھری کانٹوں اور چمچوں کے ساتھ کھانا خلافِ سنت ہے۔ ہمارے بزرگانِ دین چمچ کے ساتھ کھانا کھانے سے بچتے تھے۔ جیسا کہ امام ابراہیم باجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک بار عبّاسی خلیفہ مامون الرشید کے سامنے کھانا پیش کیا گیا تو اس نے چمچ منگوائے، اس وقت کے قاضِیُ القُضَاۃ یعنی چیف جسٹس امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے مامون الرشید سے فرمایا: آپ کے دادا جان حضرت عبدُ اللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما اس آیتِ کریمہ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ (پ15، بنی اسرآءیل: 70) (ترجمہ: اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی۔) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ہم نے ان کے لئے انگلیاں بنائیں جن سے وہ کھانا کھاتے ہیں۔ تو جب چمچ لائے گئے تو اُس نے چمچ چھوڑ کر اپنی انگلیوں سے کھانا کھایا۔[24] البتہ! اگر غذا ہی ایسی ہے مثلاً فِرنی یا پتلا دہی وغیرہ وہ چیزیں جو انگلیوں سے کھائی نہیں جاسکتیں اور پی بھی نہیں جاسکتیں یا ہاتھ میں زخم ہے یا ہاتھ میلے ہیں اور دھونے کے لئے پانی موجود نہیں تو ضرورتاً چمچ استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح گوشت کا پکا ہوا بڑا ٹکڑا یا ران وغیرہ کو چھری سے کاٹ کر کھانے کی بھی اجازت ہے۔

☆ برتن کے درمیان سے نہ کھانا سنت ہے کیونکہ برتن کے درمیان میں برکت نازل ہوتی ہے۔ نیز کھانے کے اول و آخر نمک یا نمکین چیز کھانا سنت ہے بلکہ اس سے 70 بیماریاں دور ہوتی ہیں۔[25] ☆ کھانے کے بعد لکڑی کے تنکے سے خلال کرنا سنت ہے۔[26] بخاری شریف میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کھانے سے فارغ ہو جاتے تو ایک بار یہ کلمات پڑھتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا۔[27] جبکہ ابو داود شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ۔[28]

**☆ کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا** کھانے سے فارغ ہونے کے بعد پہلے بیچ والی، پھر شہادت والی اور آخر میں انگوٹھا چاٹنا سنت ہے۔[29] کھانے کے بعد انگلیاں تین بار چاٹنا سنت ہے۔[30] حضور نے انگلیوں اور برتن کو چاٹنے کا حکم دیا اور فرمایا: تمہیں معلوم نہیں کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے![31]

**کھانے کے بعد مسح کرنا سنت ہے** حدیثِ پاک میں یہ بھی ہے کہ (کھانے سے فراغت کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ہاتھ دھوئے اور ہاتھوں کی تری سے ہتھیلیوں، چہرے، کلائیوں اور سرِ اقدس پر مسح کر لیا اور اپنے پیارے صحابی سے فرمایا: اے عکراش! جس چیز کو آگ نے چھوا (جو آگ سے پکائی گئی ہو) اُس کے کھانے کے بعد یہ وضو ہے۔[32]

اللہ پاک ہمیں اس کے ساتھ ساتھ نیک اعمال کے رسالے میں شامل دیگر نیک اعمال کو بھی اپنانے کا جذبہ عطا فرمائے تاکہ ہم صحیح معنوں میں سنتوں کی پیکر بن جائیں۔ یہ رسالہ فِل کر کے ہر انگریزی ماہ کی پہلی تاریخ کو بدھ کے دن اپنے علاقے میں ہونے والے ہفتہ وار اجتماع میں جا کر وہاں کی ذمہ دار اسلامی بہن کو جمع کروانے کا معمول بنالیجئے ان شاءاللہ ڈھیروں برکتیں نصیب ہوں گی۔

---

(1) معجم اوسط، 5/231، حدیث: 7166 (2) ابن ماجہ، 4/9، حدیث: 3260 (3) بخاری، 3/532، حدیث: 5415 مفہوماً (4) احیاء العلوم، 2/454 (5) مسند الفردوس، 1/282، حدیث: 1106 (6) ابو داود، 3/486، حدیث: 3764 (7) ابن ماجہ، 4/21، حدیث: 3287 (8) فیضانِ سنت، ص199 (9) بہارِ شریعت، 5/378، حصہ: 16 (10) اشعۃ اللمعات، 3/518 (11) مسلم، ص861، حدیث: 5268 ماخوذاً (12) تذکرۂ محدثِ اعظم پاکستان، 2/283 (13) شعب الایمان، 5/79، حدیث: 5846 (14) بخاری، 2/490، حدیث: 3563 (15) مستدرک، 4/423، حدیث: 5550 ملخصاً (16) مستدرک، 5/162، حدیث: 7207 (17) مجمع الزوائد، 5/13، حدیث: 7883 (18) مسلم، ص860، حدیث: 5259 (19) ابو داود، 3/487، حدیث: 3767 (20) مسند الفردوس، 5/59، حدیث: 7457 (21) جامع صغیر، ص429، حدیث: 6942 ملخصاً (22) مرقاۃ المفاتیح، 8/8، 9، تحت الحدیث: 4164 ملتقطاً (23) فیضانِ سنت، ص244 (24) مواہب لدنیہ للباجوری، ص258، تحت الحدیث: 141 (25) ردالمحتار، 9/562 ملتقطاً (26) جنات کو بُرا بھلا کہنا کیسا؟ ص15 (27) بخاری، 3/543، حدیث: 5458 (28) ابو داود، 3/513، حدیث: 3850 (29) مجمع الزوائد، 5/29، حدیث: 7941 (30) مسلم، ص865، حدیث: 5306 (31) مسلم، ص865، حدیث: 5300 (32) ترمذی، 3/335، حدیث: 1855

# بُرائی سے روکنا

(قسط:1)

اُمِّ حبیبہ عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار سیالکوٹ

اللہ پاک کا فرمان ہے: لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَؕ-ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ(۷۸) كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُؕ-لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ(۷۹) (پ6، المآئدۃ:79،78) ترجمہ: بنی اسرائیل میں سے کفر کرنے والوں پر داوٗد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر سے لعنت کی گئی۔ یہ لعنت اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ سرکشی کرتے رہتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو کسی بُرے کام سے منع نہ کرتے تھے جو وہ کیا کرتے تھے۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

## تفاسیر

علمائے کرام نے مذکورہ آیتِ مبارکہ کی مختلف تفاسیر بیان کی ہیں، چند پیشِ خدمت ہیں:

- بنی اسرائیل پر ہر زبان میں لعنت کی گئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اُن پر تورات میں لعنت کی گئی، حضرت داود علیہ السلام کے زمانے میں اُن پر زبور میں لعنت کی گئی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اُن پر انجیل میں لعنت کی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے زمانے میں اُن پر قرآنِ پاک میں لعنت کی گئی۔ (1)
- بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے اپنے کسی بھائی کو گناہ کرتے ہوئے دیکھا تو اسے سختی سے منع کیا اور جب دوسرے دن اسے گناہ کرتے ہوئے دیکھا تو اسے اس گناہ سے منع نہ کیا بلکہ اس کے ساتھ میل جول اور کھانے پینے میں مشغول ہو گیا تو اللہ پاک نے ان لوگوں کے دلوں کو ایک دوسرے کی طرح کر دیا (یعنی نیک لوگوں کے دلوں کو بھی گناہ گاروں کے دل کی طرح سیاہ کر دیا) اور ان پر ان کے نبی حضرت داوٗد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانوں سے لعنت کی۔ پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور بُرائی سے منع کرتے رہنا اور ضرور بُرائی کرنے والے کے ہاتھوں کو پکڑ لینا اور اسے حق پر عمل کرنے کے لیے مجبور کر دینا ورنہ اللہ پاک تمہارے دلوں کو بھی ایک دوسرے کی طرح کر دے گا اور تم پر بھی اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح ان پر لعنت کی۔ (2)
- حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو اپنے پڑوسیوں کو تعلیم نہیں دیتے، انہیں فقہ نہیں سکھاتے، انہیں نہیں سمجھاتے، نہ ان کو نیکی کا حکم کرتے ہیں اور نہ ہی بُرائی سے روکتے ہیں! ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو نہ اپنے پڑوسیوں سے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور نہ ان سے سمجھ حاصل کرتے ہیں! اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے! تم ضرور اپنے پڑوسیوں کو تعلیم دو یا ان سے سیکھو یا ان سے سمجھ حاصل کرو ورنہ دنیا میں ہی میں انہیں جلدی سزا دوں گا۔ پھر آپ منبر سے اتر کر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ اس کلام سے کون لوگ مراد ہیں؟ تو بعض صحابہ نے عرض کی: ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ اس کلام سے اشعری مراد ہیں۔ چنانچہ اشعریوں کی ایک جماعت نے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: مسلمانوں کی

ایک جماعت کا ذکر آپ نے بھلائی کے ساتھ جبکہ ہمارا ذکر بُرائی کے ساتھ کیا ہے! ہمارا کیا قصور ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے پڑوسیوں کو تعلیم دو، ان کو دین سمجھاؤ، ان کو نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے روکو ورنہ میں تمہیں دنیا میں ہی جلد سزا دوں گا۔ انہوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! ہمیں ایک سال کی مہلت دیجئے، ایک سال میں ہم انہیں تعلیم نہ دیں اور وہ نہ سیکھیں تو ہم کو ایک اور سال کی مہلت دیجئے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔[3]

- بنی اسرائیل نے دن کے اول حصے میں 43 نبیوں کو شہید کیا، پھر اللہ پاک کے 112 بندے اٹھے، انہوں نے ان کو نیکی کا حکم دیا اور بُرائی سے روکا تو دن کے آخری حصے میں بنی اسرائیل نے ان سب کو بھی قتل کر دیا۔ تو اللہ پاک نے انہی لوگوں کا (اس آیتِ کریمہ میں) ذکر فرمایا ہے۔[4]

- اللہ پاک عام لوگوں کو خاص لوگوں کے عمل کی وجہ سے عذاب نہیں فرماتا یہاں تک کہ وہ بُرائی کو اپنے درمیان دیکھیں حالانکہ وہ اس بُرائی کو روکنے پر قادر ہیں۔ جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ پاک عام و خاص سب کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔[5]

- حدیثِ پاک کی مشہور کتاب سننِ ابی داود کی حدیثِ پاک میں ہے: پہلی خرابی جو بنی اسرائیل میں داخل ہوئی وہ یہ تھی کہ ایک آدمی دوسرے سے ملتا تو کہتا: اے فلاں! اللہ پاک سے ڈر اور تو جو بُرے کام کرتا ہے اسے چھوڑ دے کیونکہ یہ تیرے لیے حلال نہیں۔ پھر دوسرے دن اسے اسی حالت میں پاتا تو اس بُرائی سے منع نہ کرتا بلکہ اس کے ساتھ کھانے پینے اور بیٹھنے میں شریک ہو جاتا۔ جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ پاک نے ان کے دل آپس میں ایک دوسرے کے موافق کر دیے۔ پھر حضور نے مذکورہ چند آیاتِ مبارکہ تلاوت فرمائیں اور ارشاد فرمایا: خبردار! خدا کی قسم! تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور بُرائی سے منع کرو گے اور ظالم کے ہاتھ پکڑ کر اسے حق کی طرف مائل کرو گے اور اسے حق پر ہی روکے رکھو گے، ورنہ اللہ پاک تم سب کے دل ایک دوسرے کے موافق کر دے گا اور پھر تم پر اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح بنی اسرائیل پر لعنت کی۔[6] جبکہ ترمذی شریف میں الفاظ یہ ہیں کہ جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے علما نے انہیں منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے، پھر وہ علما بھی اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے کے معاملات میں ان کے ساتھ شامل ہو گئے تو اللہ پاک نے ان کے دل آپس میں خلط ملط کر دیے اور اس نے حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے ان پر لعنت اتاری اس لیے کہ وہ نافرمان اور سرکش تھے۔[7]

- علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب بنی اسرائیل بدکاری، ہفتے کے دن شکار کرنے اور دیگر گناہوں میں مبتلا ہوئے تو پہلے ان کے علما نے انہیں روکا، مگر جب وہ لوگ باز نہ آئے اور اپنے علما کی بات مانی نہ ممنوع چیزوں کو چھوڑا تو وہ علما بھی اپنی قوم کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگ گئے اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہو گئے تو اللہ پاک نے ان کے دل آپس میں خلط ملط کر دیے۔ ابنُ الملک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گناہگاروں کی نحوست کے سبب اللہ پاک نے ان لوگوں کے دل بھی سیاہ کر دیے جنہوں نے گناہ نہیں کیے تھے تو ان سب کے دل سخت، حق اور بھلائی قبول کرنے یا نافرمانیوں اور آپس کے میل جول کے سبب اللہ پاک کی رحمت سے دور ہو گئے اور پھر اللہ پاک نے ان تمام نافرمانوں اور ان کے ساتھیوں پر حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبان سے لعنت فرمائی اور ان پر یہ لعنت گناہ کرنے، میل جول

رکھنے، گناہوں کو حلال سمجھ کر کفر کی حد تک تجاوز کرنے، گناہوں پر رضامند ہونے اور گناہ کرنے والوں کو اچھا سمجھنے کے سبب سے تھی۔[8]

حکیمُ الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسولِ پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی امّت کے اربابِ اختیار اور علما کو مُتَنَبِّہ (خبردار) کیا کہ تمہیں اس (بنی اسرائیل کے) طریقہ کار سے بچنا ہوگا اور بُرائی کا ارتکاب کرنے والوں کا ہاتھ روکنا ہوگا، منافقت و مُداہنَت سے کام لینے کے بجائے غیرتِ ایمانی کا مظاہرہ کرنا اور اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر سے متعلق اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا ہوگا۔ ظالم کا ہاتھ روک کر اسے راہِ حق پر لانا ہوگا، ورنہ تم بھی بنی اسرائیل کی طرح لعنت کے مستحق ہو جاؤ گے۔[9]

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: باشندگانِ ایلہ نے جب حد سے تجاوز کیا اور سنیچر (ہفتہ) کے روز شکار ترک کرنے کا جو حکم تھا اس کی مخالفت کی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر لعنت کی اور ان کے حق میں بددعا فرمائی تو وہ بندروں اور خنزیروں کی شکل میں مسخ کر دیئے گئے اور اصحابِ مائدہ نے جب نازل شدہ خوان کی نعمتیں کھانے کے بعد کفر کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے حق میں بددعا کی تو وہ خنزیر اور بندر ہو گئے اور ان کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہود اپنے آبا (باپ دادا) پر فخر کیا کرتے تھے اور کہتے تھے: ہم انبیا کی اولاد ہیں۔ اس آیت میں انہیں بتایا گیا کہ ان انبیا نے ان پر لعنت کی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے ان پر لعنت کی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے سیدِ عالَم، محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جلوہ افروزی کی بشارت (خوشخبری) دی اور حضور پر ایمان نہ لانے اور کفر کرنے والوں پر لعنت کی۔ آیت سے معلوم ہوا کہ نہی منکر یعنی بُرائی سے لوگوں کو روکنا واجب اور بدی (بُرائی) کو منع کرنے سے باز رہنا سخت گناہ ہے۔[10] یاد رہے! ان پانچ ہزار مسخ شدہ افراد کی تعداد میں بچے اور عورتیں شامل نہیں ہیں یہ صرف مردوں کی تعداد ہے۔[11]

**حاصلِ کلام** تفسیر نور العرفان میں ہے: بزرگوں کی بددعا بڑی خطرناک ہے اور ہمیشہ عذابِ الٰہی اللہ والوں کی بددعا سے آیا۔ نیز بُرائی سے روکنا اچھائی کا حکم کرنا واجب ہے تبلیغ بند ہونے پر عذابِ الٰہی آنے کا اندیشہ ہے۔[12]

تفسیرِ حسنات میں ہے: آیہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ نَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر (بُرائی سے روکنا) واجب ہے اور منکَرات (بُرائیوں) سے روکنے سے باز رہنا مُداہنَت فی الدین ہے اور یہ سخت گناہ ہے۔[13]

مداہنت کے لغوی معنیٰ نرمی کے ہیں۔ ناجائز اور گناہ والے کام ملاحظہ کرنے کے بعد (روکنے پر قادر ہونے کے باوجود) اسے نہ روکنا اور دینی معاملے کی مدد و نصرت میں کمزوری و کم ہمتی کا مظاہرہ کرنا مُداہنَت کہلاتا ہے یا کسی بھی دنیوی مفاد کی خاطر دینی معاملے میں نرمی یا خاموشی اختیار کرنا مُداہنَت ہے۔[14] مُداہنَت حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔[15]

1. تفسیر طبری، 4/656، رقم: 12305
2. تفسیر طبری، 4/657، رقم: 12309
3. تفسیر در منثور، 3/125
4. تفسیر در منثور، 3/126
5. تفسیر در منثور، 3/127
6. ابو داود، 4/163، حدیث: 4337، 4336
7. ترمذی، 5/36، حدیث: 3058
8. مرقاۃ المفاتیح، 8/880، 881، تحت الحدیث: 5148
9. مراۃ المناجیح، 6/513 مکتبہ اسلامیہ
10. تفسیر خزائن العرفان، ص 232
11. تفسیر حسنات، 2/226
12. تفسیر نور العرفان، ص 192
13. تفسیر حسنات، 2/226
14. حدیقہ ندیہ، 2/154
15. حدیقہ ندیہ، 2/155

# نجومیوں کے پاس جانا کیسا؟

(قسط:2)

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہے: اللہ پاک جب بھی آسمان سے کوئی برکت نازل فرماتا ہے تو لوگوں کی ایک جماعت اس کے سبب کافر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بارش تو اللہ پاک نازل فرماتا ہے مگر وہ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی۔[1] جبکہ ایک روایت میں ہے: لوگوں میں سے بعض شکر کرنے والے اور بعض کفر کرنے والے ہیں۔ (بعض) کہتے ہیں: یہ اللہ پاک کی رحمت ہے اور بعض کہتے ہیں: ہم پر فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے صدقہ کیا گیا ہے۔[2] نیز ایک روایت کے مطابق اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: میرے بندوں میں سے جس نے کہا کہ ہم پر اللہ پاک کے فضل و رحمت کے سبب بارش ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا اور ستاروں (کی تاثیر) کا منکر ہے اور جس نے کہا کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی تو وہ میرا انکار کرنے والا اور ستاروں پر ایمان رکھنے والا ہے۔[3]

## شرحِ حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسولِ پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے عِلمِ نجوم کا حصہ حاصل کیا اس نے جادو کا حصہ حاصل کیا، جس نے اسے بڑھایا اتنا ہی اسے بڑھایا۔[4] مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس علم کو جادو سے تشبیہ دینا اس کی انتہائی ذلت کے اظہار کے لیے ہے یعنی عِلمِ نجوم جادو کی طرح بُرا ہے۔ جادو کفر ہے یا قریبِ کفر۔[5] مذکورہ تمام روایات کا تعلق بھی عِلمِ نجوم ہی سے ہے، کیونکہ ستاروں کا علم عِلمِ نجوم کہلاتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جب ستاروں کے بارے میں گفتگو ہو تو رک جاؤ۔[6] یعنی اس علم کے ذکر پر ہمیں رُکنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ انسان اسباب پر بھروسا کرنے میں دلچسپی لیتا ہے خواہ وہ اسباب ظاہری ہوں یا خیالی اور شاید اسی وجہ سے وہ مُسَبِّبُ الْاَسْبَاب یعنی اللہ پاک سے غافل ہو جاتا ہے۔[7]

نجوم یعنی ستاروں کی باتیں بتانے والے کو نجومی کہتے ہیں، کیونکہ اس کا تعلق جس علم سے ہے اس میں ستاروں وغیرہ کے ذریعے مستقبل میں ہونے والے واقعات کے بارے میں پتہ لگایا جاتا ہے اور چونکہ کہانت میں بھی یہی کچھ ہوتا ہے، لہٰذا یہ علم بھی ممنوع ہے۔ اس علم کی تعریف اردو لغت میں کچھ یوں بیان کی گئی ہے کہ وہ علم جس میں ستاروں کی چال، انسانوں اور حالات و واقعات پر ان کے سعد و نحس یعنی اچھے و بُرے اثرات سے بحث کی جاتی ہے۔[8]

علمائے کرام فرماتے ہیں: **ہم پر فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی،** سے یہ مراد لے کہ ستارہ ہی بارش پیدا کرنے والا ہے تو وہ کافر ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں ستارہ صرف بارش نازل ہونے کی علامت ہے جبکہ بارش نازل کرنے والا اللہ پاک ہی ہے تو وہ اگرچہ کافر نہیں لیکن ایسا کہنا مکروہ ہے کیونکہ یہ جملہ کفریہ الفاظ میں سے ہے۔[9]

**عِلمِ نجوم کی اقسام** رَدُّ المحتار میں ہے: عِلمِ نجوم فی نفسہٖ برا نہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں: حسابی اور استدلالی۔

**حسابی** یہ حق ہے۔اس کا بیان اللہ پاک نے یوں فرمایا ہے: اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ۪ۙ (پ27،الرحمٰن:5) ترجمہ: سورج اور چاند حساب سے ہیں۔یعنی سورج اور چاند کے ذریعے وقتوں، زندگی کی مُدّتوں اور عمروں کا حساب کیا جاتا ہے۔اگر رات، دن، سورج اور چاند نہ ہوتے تو کوئی بھی نہ جانتا کہ کسی چیز کا حساب کیسے کیا جائے گا۔[10]

**استدلالی** یعنی ستاروں کے چلنے اور افلاک کے حرکت کرنے سے اللہ پاک کی قضاو تدبیر کے مطابق پیدا ہونے والے امور پر استدلال کرنا، یہ بھی جائز ہے جیسا کہ طبیب کا نبض کے ذریعے صحت و بیماری پر استدلال کرنا۔اس کی اتنی مقدار حاصل کرنے میں حرج نہیں جس سے او قاتِ نماز اور قبلہ کی پہچان ہو سکے۔لیکن اس مقدار سے زائد سیکھنا حرام ہے۔[11]

ممنوع علمِ نجوم وہ ہے جس کا جاننے والا زمانۂ مستقبل میں پیش آنے والے واقعات جاننے کا دعویٰ کرتا ہے جیسے بارش کا آنا، برف باری ہونا، ہوا چلنا اور چیزوں کی قیمتوں کا تبدیل ہونا وغیرہ۔نجومی گمان کرتے ہیں کہ وہ ایک زمانے میں ستاروں کے چلتے ہوئے ایک دوسرے سے ملنے، جدا ہونے اور ظاہر ہونے کے ذریعے ان باتوں کا ادراک کر لیتے ہیں۔حالانکہ اللہ پاک نے اس علم کو اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے اور اس کے علاوہ (اپنے اندازہ سے) کوئی نہیں جان سکتا۔لہٰذا جس نے مذکورہ ذرائع سے اس کے جاننے کا دعویٰ کیا وہ فاسق ہے بلکہ اکثر اوقات یہ علم کفر کی طرف لے جاتا ہے۔البتہ! جو یہ کہے کہ ستاروں کے یوں ایک دوسرے سے ملنے اور جدا ہونے کو اللہ پاک نے مذکورہ چیزوں (ہوا، بارش وغیرہ) کے وقوع پر اپنی جاری عادت کی علامت بنایا ہے مگر کبھی ایسا نہیں بھی ہوتا تو ایسا کہنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔اسی طرح علمِ نجوم کی مدد سے مشاہدہ کے ذریعے سمجھی جانے والی باتوں کی خبر دینا جن کے ذریعے زوال کا وقت اور قبلہ کی سمت معلوم کی جاتی ہے اور پتا چلتا ہے کہ کتنا وقت گزر چکا ہے اور کتنا باقی ہے تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں بلکہ یہ **فرضِ کفایہ** ہے۔[12]

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ کواکبِ فلکی (یعنی آسمانی ستاروں) کے اثراتِ سعد و نحس (اچھے اور منحوس اثرات) پر عقیدت (یعنی بھروسا) رکھنا کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: مسلمان مُطیع (فرمانبر دار مسلمان) پر کوئی چیز نَحْس (منحوس) نہیں اور کافروں کے لئے کچھ سَعْد (اچھا) نہیں اور مسلمان عاصی (گناہگار مسلمان) کے لئے اس کا اسلام سَعْد ہے۔طاعت (عبادت) بشرطِ قبول سَعْد (نیک بختی) ہے۔معصیت بجائے خود نَحْس ہے اگر رحمت و شفاعت اس کی نحوست سے بچا لیں بلکہ نحوست کو سعادت کر دیں، فَاُولٰٓىٕكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍؕ (پ19،الفرقان:70) (ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی بُرائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیتا ہے۔) بلکہ کبھی گناہ یوں سعادت ہو جاتا ہے کہ بندہ اس پر خائف و ترساں و تائب و کوشاں رہتا ہے، وہ دھل گیا اور بہت سی حَسَنات (نیکیاں) مل گئیں، باقی کواکب میں کوئی سعادت و نحوست نہیں اگر ان کو خود مُؤَثِّر (اثر کرنے والا) جانے شرک ہے اور ان سے مدد مانگے تو حرام ہے، ورنہ ان کی رعایت ضرور خلافِ توکُّل ہے۔[13]

فتاویٰ رضویہ جلد 10 صفحہ 463 پر فرماتے ہیں: (نجومیوں کا) اُمورِ غیب پر احکام لگانا، سعد و نحس کے خرخشے اٹھانا، زائچہ کے راہ پر چلنا چلانا، او تادِ اربع، طالع رابع، عاشر، سابع پر نظر رکھنا، زائلہ مائلہ کو جانچنا پرکھنا، شرعاً حجر (ممنوع) ہے اور اعتقاد کے ساتھ ہو تو قطعاً کفر۔[14]

بہارِ شریعت میں ہے: قمر در عقرب یعنی چاند جب بُرجِ عقرب میں ہوتا ہے تو سفر کرنے کو بُرا جانتے ہیں اور نجومی اسے منحوس بتاتے ہیں اور جب بُرج اسد میں ہوتا ہے تو کپڑے قطع کرانے (کٹوانے) اور سلوانے کو بُرا جانتے ہیں۔ایسی باتوں کو ہر گز نہ مانا جائے، یہ باتیں خلافِ شرع اور نجومیوں کے ڈھکوسلے ہیں۔نجوم کی اس قسم کی باتیں جن میں ستاروں کی تاثیرات بتائی جاتی ہیں کہ فلاں ستارہ طلوع کریگا تو

فلاں بات ہو گی، یہ بھی خلافِ شرع ہے۔ اس طرح نچھتروں کا حساب کہ فلاں نچھتر سے بارش ہو گی یہ بھی غلط ہے، حدیث میں اس پر سختی سے انکار فرمایا۔[15] ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: شعبدہ بازی، سحر (جادو)، کہانت اور منطق کے علم کا وہ حصہ جس سے ضلالت و گمراہی پیدا ہو ان سب کا حاصل کرنا حرام ہے اسی طرح علمِ تَنْجِیْم (علمِ نُجوم) بھی ہے کہ اگر اس علم سے مقصود یہ ہو کہ اس کے ذریعہ سے ماہ و سال، اوقاتِ صلوٰۃ و سمتوں اور موسموں کی اقسام کا حال معلوم کیا جائے اور زکوٰۃ و حج کے اوقات کو جانا جائے تو مضائقہ نہیں یہ جائز ہے اور اگر علمِ تَنْجِیْم (علمِ نُجوم) سے مقصود یہ ہو کہ اس کے ذریعہ سے آنے والے حوادث کو معلوم کیا جائے اور غیبی امور بتانے کے لئے استعمال کیا جائے اور ستاروں کی گردش کے دنیا پر اثرات ظاہر کرنے کے لئے حاصل کیا جائے تو حرام ہے۔ علمِ نجوم اگرچہ آسمانی علم ہے جو حضرت ادریس علیہ السلام کو دیا گیا تھا اور وہ ان کا معجزہ تھا، اس میں ظَنّ و تخمین (گمان و اندازے) یا حسابیات کو دخل نہ تھا، وہ ایک روحانی قوت تھی جو من جانبِ اللہ (اللہ پاک کی طرف سے) عطا کی گئی تھی وہ علم باقی نہیں رہا بعد میں لوگوں نے ظَنّ و تخمین (گمان و اندازے) اور حسابیات سے کام لینا شروع کر دیا اور ستاروں کے اثرات کو مُؤثِّر بِالذَّات مان لیا جو اسلام کے قطعاً (بالکل) منافی ہے۔[16]

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تاروں سے اوقات معلوم کرنا اور راستوں و سمتوں کا پتہ لگانا جائز ہے، رب فرماتا ہے: وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ (پ14، النحل:16) (ترجمہ: اور لوگ ستاروں سے راستہ پالیتے ہیں۔) مگر ان میں بارش وغیرہ کی تاثیریں ماننا اور ان سے غیبی خبریں معلوم کرنا حرام ہے، لہٰذا علمِ نجوم باطل ہے، علمِ توقیت حق۔[17] حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ رہنمائی حاصل کرنے کی خاطر چاند ستاروں کا علم (یعنی علمِ نجوم) سیکھنے کو بُرا نہیں جانتے تھے۔[18]

**علمِ نجوم کے جائز و ناجائز ہونے کی صورتیں** اگر کوئی شخص ان حرکاتِ نجوم و فلکیہ کو صرف علامات جانے اور ذہن میں رکھے کہ یہ علامات غلط بھی ثابت ہوتی ہیں، ان کے چلنے اور جگہ تبدیل کرنے کو اللہ پاک کی تدبیر سمجھتے ہوئے ان حرکات سے پیدا ہونے والے اثرات کو اللہ پاک کی طرف سے سمجھے اور اپنے لیے علمِ غیب کا دعویٰ نہ کرے، اپنے نکالے ہوئے نتیجے پر خود اعتماد کرے نہ کسی کو یقین دلائے، بلکہ دوسروں کو برابر بتاتا رہے کہ یہ نتیجہ میں نے اپنے علم کے مطابق نکالا ہے، لیکن ضروری نہیں کہ یہ نتیجہ صحیح ہی ہو، لہٰذا اس پر یقین کرنا درست نہیں، تو ایسی صورت میں اسے استعمال کرنا اس کے ذریعے دوسرے کو جواب دینا جائز ہو گا اور خاص اس صورت میں اس کی مثال نبض دیکھ کر مرض کا اندازہ لگانے جیسی ہو گی۔ لیکن فی زمانہ نجومیوں میں یہ شرائط تقریباً مفقود ہوتی ہیں، کوئی حرکاتِ نجوم کو واقعات میں یقینی مُؤثِّر یعنی اثر کرنے والا مانتے ہیں اور ان سے حاصل ہونے والے علم کو واجب و لازم جانتے، اسی پر اعتماد کرتے اور دوسروں کو بھی یقین دلاتے ہیں، نیز ان حرکات کو دیکھ کر کسی وقت، جگہ، چیز کو سعادت یافتہ یا منحوس کہتے ہیں، بلکہ بعض تو ڈھکے چھپے الفاظ میں غیب کا دعویٰ کر رہے ہوتے ہیں، حالانکہ یہ صورتیں ناجائز و حرام اور گناہ کی ہیں، جبکہ بعض تو کفر تک پہنچانے والی ہیں۔[19]

(علمِ نجوم سے متعلق مزید معلومات ان شاء اللہ ماہنامہ خواتین کے اگلے شمارے میں بیان ہوں گی)

---

1 مسلم، ص56، حدیث:233 2 مسلم، ص56، حدیث:234 3 مسلم، ص56، حدیث:231 4 ابوداود، 4/21، حدیث:3905 5 مراۃ المناجیح، 6/273 6 معجم کبیر، 10/198، حدیث:10448 7 لباب الاحیاء، ص35 8 اردو لغت، 19/715 9 زواجر، 2/217 10 تفسیر قرطبی، الجزء السابع عشر، 9/113 11 رد المحتار، 1/110 12 زواجر، 2/216، 217 13 فتاویٰ رضویہ، 21/223، 224 14 فتاویٰ رضویہ، 10/463 15 بہار شریعت، 5/659، حصہ:16 16 بہار شریعت، 6/1037، حصہ:19 ملتقطاً 17 مراۃ المناجیح، 2/503 18 حلیۃ الاولیاء، 4/251، رقم:5445 19 فتاویٰ اہل سنت غیر مطبوع، فتویٰ نمبر Pin-7012

# حساب کتاب (قسط 1)

دنیا میں جو بھی اچھا بُرا عمل کیا جائے گا آخرت میں اس کے متعلق ضرور پوچھ گچھ ہوگی، کیونکہ بروزِ قیامت حساب وکتاب کا معاملہ حق ہے۔[1] بندوں کے اعمال کا حساب ہوگا۔ ہر شخص کو اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا جو فرشتوں نے لکھا تھا۔[2] جو اس کا انکار کرے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔[3]

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حساب کے معنی گنتی وشمار کے ہیں اس سے مراد مکلف جنّ وانس کے اعمال کی گنتی ہے جو قیامت میں سزا وجزا کے لئے بندے کے سامنے کی جائے گی۔[4]

یونہی نامۂ اعمال سے مراد وہ کتاب ہے جس میں بندوں کی نیکیاں اور بُرائیاں درج ہیں۔ یہ مومنین کو سیدھے اور کفار کو اُلٹے ہاتھ میں پیٹھ کے پیچھے سے دی جائے گی۔[5] اسے لکھنے کی ذمّہ داری دو فرشتوں کی ہے جنہیں کراماً کاتبین کہا جاتا ہے۔ یہ ہر شخص کے ساتھ ہوتے ہیں، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: بندے کی سیدھی جانب نیکیاں اور اُلٹی جانب بُرائیاں لکھنے والا فرشتہ موجود ہے۔ نیکیاں لکھنے والا بُرائیاں لکھنے والے فرشتے کا نگران ہے۔ جب بندہ کوئی نیکی کرتا ہے تو سیدھی جانب والا اسے 10 گنا بڑھا کر لکھ دیتا ہے لیکن جب کوئی بُرائی کرتا ہے تو نگران فرشتہ دوسرے کو کہتا ہے: اس بندے کو سات ساعتوں تک مہلت دے دو، ہو سکتا ہے یہ اللہ پاک کی تسبیح یا استغفار کر لے۔[6]

ساعت وقت کے ایک مخصوص حصّے کا نام ہے، البتہ اور معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں، مثلاً 24 گھنٹوں میں سے کوئی ایک حصہ، مجازاً وقت کا غیر معیّن حصّہ یا موجودہ وقت۔[7] جبکہ فقہا کے عرف میں ساعت سے مراد وقت کا ایک حصّہ ہوتا ہے نہ کہ 24 گھنٹوں میں سے کوئی ایک گھنٹہ۔[8]

**قرآن میں حِساب وکِتاب کا بیان** اللہ پاک کا فرمان ہے: فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖۙ(۷) فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًاۙ(۸) وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًاؕ(۹) وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖۙ(۱۰) فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًاۙ(۱۱) وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًاؕ(۱۲) اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًاؕ(۱۳) (پ30، الانشقاق:7تا13) ترجمہ: تو بہر حال جسے اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوشی خوشی پلٹے گا اور رہا وہ جسے اس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا تو وہ عنقریب موت مانگے گا اور وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا بیشک وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا۔

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس سے قیامت کے دن حساب لیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! کیا اللہ پاک نے یہ ارشاد نہیں فرمایا: فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖۙ(۷) فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًاۙ(۸) (پ30، الانشقاق:7، 8) ترجمہ: تو بہر حال جسے اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تو صرف پیشی ہوگی لیکن جس سے حساب میں جرح کر لی گئی وہ عذاب دیا جائے گا۔[9]

**حساب میں جرح اور آسانی سے مراد** حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے فرمانِ عالی میں حساب سے مراد تحقیق وجرح والا حساب ہے جس میں ہر عمل کی پوچھ گچھ ہو، کوئی گناہ نظر انداز نہ کیا جائے، پھر وجہِ گناہ بھی پوچھی جائے۔ گناہ کیوں کئے؟ جس سے کیوں پوچھ لیا سمجھو وہ گیا اور قرآنِ مجید میں حساب سے

مراد صرف پیشی کا حساب ہے جس میں بعض موٹے موٹے گناہ پیش ہوں اور اکثر نظر انداز کر دیئے جائیں، ان پیش فرمودہ اعمال کو دکھا کر اقرار کرا کر معاف کر دیا جائے۔[10]

یاد رکھئے! یہ آسان حساب ہے جس کی وضاحت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ! مجھ سے حساب میں آسانی فرمانا۔ میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! حساب میں آسانی کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: جس کے نامۂ اعمال کو دیکھ کر اس سے درگزر فرمالیا جائے۔[11]

**حساب کتاب کی نوعیت** ہر شخص سے اس کی نوعیت اور حالت کے مطابق حساب لیا جائے گا۔ مثلاً

- کسی سے پوشیدہ طور پر پوچھا جائے گا کہ تونے یہ یہ کام کئے؟ وہ عرض کرے گا: ہاں میرے مالک! میں نے یہ سب کچھ کیا، یہاں تک کہ تمام گناہوں کا اقرار کر لے گا، مگر وہ کریم رب کرم کرتے ہوئے فرمائے گا: ہم نے دنیا میں بھی تیرے عیب چھپائے اور اب بھی تجھے معاف کرتے ہیں۔[12]
- کسی سے سختی کے ساتھ ہر بات کی پوچھ گچھ ہو گی، جس سے یوں سوال ہو گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔[13]
- کسی کو نعمتیں یاد دلا کر پوچھا جائے گا کہ تیرا کیا خیال تھا کہ ہم سے نہیں ملنا؟ وہ عرض کرے گا: نہیں۔ اللہ پاک فرمائے گا: تو جیسے تُو نے ہمیں یاد نہ کیا ہم بھی تجھے عذاب میں چھوڑتے ہیں۔ کوئی ایسا بھی ہو گا کہ جب اسے نعمتیں یاد دلا کر فرمائے گا تو وہ بولے گا کہ میں تجھ پر، تیری کتاب اور تیرے رسول پر ایمان لایا، میں نے نماز پڑھی، روزہ رکھا، صدقہ کیا اور اپنی طاقت کے مطابق نیک کام کیے۔ ارشاد فرمائے گا: ہم تجھ پر گواہ بھیجیں گے۔ وہ اپنے دل میں سوچے گا کہ مجھ پر کون گواہی دے گا! اس وقت اس کے منہ پر مہر کر دی جائے گی اور اس کے اعضا کو حکم ہو گا کہ بولو! تب اس کی ران، گوشت اور ہڈیاں اس کے اعمال بیان کریں گی۔[14]
- کسی پر اس کے اعمال پیش کئے جائیں گے تاکہ وہ اپنے اچھے اور بُرے اعمال کو پہچان لے، پھر اچھے کاموں پر ثواب دیا جائے گا اور بُرے کاموں سے درگزر فرمایا جائے گا یعنی نہ بات بات پر گرفت ہو گی، نہ یہ کہا جائے گا کہ ایسا کیوں کیا؟ نہ عذر پوچھا جائے گا اور نہ اس پر حجّت (دلیل) قائم کی جائے گی۔
- اس امّت میں وہ شخص بھی ہو گا جس کے 99 دفتر گناہوں کے ہوں گے، اس سے پوچھا جائے گا کہ تیرے پاس کوئی عذر ہے۔ وہ عرض کرے گا: نہیں۔ پھر ایک پرچہ نکالا جائے گا جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لکھا ہو گا، حکم ہو گا کہ جا اور اس کا وزن کرا! وہ عرض کرے گا: یہ پرچہ ان دفتروں کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ فرمایا جائے گا: تجھ پر ظلم نہ ہو گا، پھر ایک پلڑے پر گناہوں کے سارے دفتر رکھے جائیں گے اور ایک میں وہ پرچہ۔ پس وہ پرچہ ان تمام دفتروں سے بھاری ہو جائے گا۔[15]
- بہت سے تو ایسے ہوں گے جو اللہ پاک کی رحمت اور حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شفاعت کی بدولت بلا حساب جنّت میں داخل ہوں گے۔[16]

(جاری ہے۔۔۔)

---

(1) شرح عقائدِ نسفیہ، ص 246 (2) کتاب العقائد، ص 35، 36 (3) الشفا، 2/290 (4) مراٰۃ المناجیح، 7/382 (5) شرح عقائدِ نسفیہ، ص 246 (6) تفسیر بغوی، 4/201 (7) شرح سنن ابی داود للعینی، 4/363، تحت الحدیث: 1017 (8) در مختار، 3/499 (9) بخاری، 4/257، حدیث: 6537 (10) مراٰۃ المناجیح، 7/382 تا 383 (11) مستدرک، 5/355، حدیث: 7711 (12) بخاری، 4/118، حدیث: 6070 (13) بخاری، 3/375، حدیث: 4939 (14) مسلم، ص 1246، حدیث: 7438 (15) ترمذی، 4/290، 291، حدیث: 2648 ملتقطاً (16) ہمارا اسلام، ص 270

# حضور کے دودھ پینے کی عمر کے واقعات

(قسط 10)

**گزشتہ سے پیوستہ** حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا اور ان کے خاندان پر نوازشوں کا ذکر جاری ہے۔ پچھلی قسط میں ان برکتوں کا ذکر ہوا جن کا تعلق سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا کی ذات سے تھا۔ اب ان برکتوں کو ذکر کیا جائے گا جن کا تعلق سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا کے مال، مویشی اور قبیلے سے ہے:

## سیدہ حلیمہ کے مال مویشیوں اور قبیلے والوں کا حال

سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا کی گدھی کا نام **سدرہ** اور اونٹنی کا نام **الشَّرَاءُ اللَّقُوح** تھا،[1] گدھی کی حالت یہ تھی کہ جب سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا مکے شریف اپنی ساتھی عورتوں کے ساتھ آرہی تھیں تو یہ اپنی کمزوری کی وجہ سے تیز چل بھی نہ سکتی تھی،[2] یہی وجہ ہے کہ بار بار پیچھے رہ جاتی۔ جبکہ اونٹنی کے متعلق امام ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا کی اونٹنی اتنی بوڑھی تھی کہ جب آپ مکے شریف روانہ ہوئیں تو اس سے ایک دن پہلے اس اونٹنی جیسی عمر کا اونٹ مر گیا تھا گویا وہ بھی موت کی عمر کو پہنچ چکی تھی، یعنی یہ اونٹنی بوڑھی بھی تھی اور قحط کی وجہ سے اتنی کمزور تھی کہ اس کے تھنوں میں دودھ کا ایک قطرہ تک نہ تھا۔ جب سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو لے کر اس جگہ پہنچیں جہاں انہوں نے مکے شریف میں پڑاؤ کیا ہوا تھا تو کیا دیکھتی ہیں کہ گدھی اپنی رسی تڑوا کر گھر میں گھوم رہی ہے اور اونٹنی بھی کھڑی ہو کر جگالی کر رہی ہے۔ یہ دیکھ کر سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا (حیران ہو گئیں اور) اپنے شوہر سے کہنے لگیں: یہ بچہ بابرکت معلوم ہوتا ہے۔ تو ان کے شوہر حضرت حارث رضی اللہُ عنہ نے فرمایا: (ہاں واقعی! بات تو درست ہے کیونکہ) کچھ برکت تو ابھی سے نظر آنے لگی ہے۔ پھر کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اونٹنی جو ایک قطرہ دودھ نہ دیتی تھی اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت حارث رضی اللہُ عنہ نے اونٹی کو دوہا تو دودھ سے ایک بڑا برتن بھر گیا جو انہوں نے سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا کو پلا دیا۔ پھر دوہا تو دوسرا برتن بھر گیا وہ انہوں نے خود سیر ہو کر پی لیا۔ اب جو دیکھا تو ابھی بھی اونٹنی میں دودھ تھا۔ چنانچہ تیسری بار پھر دوہا تو ایک اور برتن بھر گیا جسے انہوں نے مشکیزے وغیرہ میں محفوظ کر لیا۔[3]

حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا کے گھر تشریف آوری کے بعد یہ سب سے پہلی برکت تھی جو ان کے مویشیوں کو حاصل ہوئی، گویا کہ ان کے مویشیوں کی چال ڈھال تبدیل ہو گئی اور وہ حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا قرب پا کر اپنی قسمت پر ناز کرنے لگے اور ان کی حالت میں ایسی تبدیلی آئی کہ وہ پہچان میں ہی نہ آتے، جیسا کہ امام ابو نعیم رحمۃ اللہِ علیہ دلائل النبوۃ میں فرماتے ہیں: واپسی کے سفر پر جب حضرت حارث رضی اللہُ عنہ اونٹنی پر سوار ہوئے اور سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا بھی حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو گود میں لے کر گدھی پر سوار ہوئیں اور مقام سرر پر موجود اپنی ساتھی عورتوں کے پاس پہنچیں تو ان کی ساتھی عورتیں انہیں اپنی طرف آتا دیکھ کر ایک دوسرے سے کہنے لگیں: یہ ہیں تو حلیمہ رضی اللہُ عنہا اور ان کا شوہر ہی، مگر یہ گدھی اور اونٹنی ان

کی نہیں لگ رہیں، کیونکہ یہ گدھی اور اونٹنی بہت زیادہ صحت مند ہیں جبکہ ان کے جانوروں کا تو سر تھمنے میں نہ آتا تھا۔ پھر جب ان سب نے سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا سے پوچھا: تم نے اپنے جانوروں کے ساتھ کیا کیا ہے؟ تو آپ نے انہیں بتایا: خدا کی قسم! میں نے تو کچھ نہیں کیا، بس یہ سب اس بچے کی برکت ہے، پھر اس کے بعد جب آپ نے انہیں حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مزید چند برکتیں بتائیں تو وہ سب سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا کی قسمت پر رشک کرنے لگیں۔[4]

اس کے بعد جب واپسی کا سفر شروع ہوا تو اس کے متعلق شیخ عبدُ الحق محدث دہلوی رحمۃُ اللہِ علیہ نے سیدہ حلیمہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں حضور کو اپنی گود میں لے کر اپنی گدھی پر سوار ہوئی، میری گدھی خوب چست و چالاک ہو گئی تھی اور اپنی گردن اوپر تان کر چل رہی تھی (گویا کہ فخر سے اپنی قسمت پر ناز کر رہی ہو)۔ پھر وہ قبیلے کے جانوروں کے آگے آگے دوڑنے لگی۔ لوگ اس کی تیز رفتاری پر تعجب کرنے لگے۔ میری ساتھی عورتیں مجھ سے کہنے لگیں: اے بنتِ ابی ذویب! کیا یہ وہی جانور ہے جس پر سوار ہو کر ہمارے ساتھ آئی تھیں، جو تمہارے بوجھ کو اٹھا نہیں سکتا تھا اور سیدھا چل تک نہ سکتا تھا؟ میں نے جواب دیا: خدا کی قسم! یہ وہی جانور ہے اور یہ وہی گدھی ہے لیکن اللہ پاک نے اس بچے کی برکت سے اسے طاقت ور کر دیا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا: خدا کی قسم! اس کی بڑی شان ہے۔ سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں: میں نے اپنی گدھی کو جواب دیتے سنا: ہاں! خدا کی قسم! میری بڑی شان ہے۔ میں مردہ تھی، مجھے زندگی عطا فرمائی، میں کمزور تھی، مجھے قوت و توانائی بخشی۔ اے بنی سعد کی عورتو! تم پر تعجب ہے! تم غفلت میں ہو اور تم نہیں جانتیں کہ میری پیٹھ پر کون ہے! میری پیٹھ پر سیدُ المُرسلین، خَیرُ الاوَّلین والآخرین اور حبیبِ ربُّ العالمین ہیں۔[5]

امام ابو نعیم رحمۃُ اللہِ علیہ نے سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ آپ اپنی بکریوں کی حالت کچھ یوں بیان فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں دس بکریاں تھیں جو کمزوری کے باعث باہر نہیں نکالا کرتی تھیں، مگر اب ہماری حالت یہ ہو گئی کہ ہم اپنے اونٹ اور بکریاں چرنے کے لئے بھیجنے لگے تو وہ دودھ سے بھر کر لوٹتے اور ہم صبح و شام دودھ دوہتے۔ میں نے محسوس کیا کہ ہماری اونٹنی کی کوہان اونچی ہو گئی ہے اور گدھی کی رانیں گوشت سے بھرتی جارہی ہیں جو کبھی بھوک کے مارے ایسے ہوتے تھے گویا ان میں کیڑا پڑا ہوا ہے۔[6]

سیدہ حلیمہ جب حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنے ہاں لائیں تو اس وقت وہ علاقہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک ہو چکا تھا، آپ کی آمد سے کھیت لہلہانے لگے، حضرت حلیمہ کے مویشیوں کی تعداد بڑھ گئی، خوب نشو ونما ہوئی اور آپ کی وجہ سے حضرت حلیمہ کی عزت و شہرت بڑھ گئی اور ہر وقت بھلائی و سعادت کا نزول ہوتا، آپ کی برکت سے سیدہ حلیمہ کے دن پھر گئے، بلکہ حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی وجہ سے سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا عزت و بزرگی کے بلند مقام پر فائز ہو گئیں، ان کے مویشیوں کی تعداد بڑھ گئی، ان کی زمین سرسبز ہو گئی اور یہ سعادت صرف حضرت حلیمہ تک محدود نہ رہی، بلکہ تمام بنو سعد نے اس سے سعادت پائی۔[7]

سیدہ حلیمہ کا قبیلہ بنو سعد حضور کی برکتوں سے کس طرح فیض یاب ہوا، اس کے متعلق سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں: میں جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو لے کر اپنے گھر داخل ہوئی تو بنی سعد کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں رہنے والوں نے مشک و عنبر کی خوشبو نہ سونگھی ہو، حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی گئی یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو کوئی جسمانی تکلیف پہنچتی تو وہ حضور کا ہاتھ مبارک پکڑ کر تکلیف والی جگہ پر رکھتا تو اللہ پاک کے حکم سے فوراً آرام آجاتا۔ یونہی اگر بکری یا اونٹ کو تکلیف ہوتی تو آپ کا ہاتھ مبارک تکلیف کی جگہ رکھنے سے اسے فوری آرام آجاتا۔[8]

قحط کے ان دنوں میں بکریاں بہت کم دودھ دیتی تھیں، سیدہ

حلیمہ کی ایک بکری کا نام **اطلال** تھا، اس کے تھنوں کو حضور نے مس فرمایا تو اس کی برکت کا ذکر امام ابو نعیم فرماتے ہیں: حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان کی بکری کے تھنوں کو چھویا تو صبح و شام جب چاہتے اس سے دودھ حاصل کرلیتے، حالانکہ ان ایام میں قحط سالی کی وجہ سے سبزہ تک نہ تھا۔[9]

حضرت حلیمہ کے چرواہوں میں سے کسی کا قول ہے کہ ہم سیدہ حلیمہ کی بکریاں لے کر جاتے تو وہ زمین سے سر نہ اٹھاتیں (کچھ کھاتی ہی رہتیں) ان کے منہ اور مینگنیوں میں سبزہ ہوتا تھا، جبکہ ہم اپنی قوم کی دوسری بکریاں لے کر جاتے تو (انہیں کھانے کو سبزہ نہ ملتا تھا) وہ زیادہ سے زیادہ یہ کرتیں کہ اگلے پاؤں اٹھا کر کسی جھاڑی سے کوئی لکڑی وغیرہ منہ میں ڈال لیتیں۔ قوم کی بکریاں واپس لوٹتے ہوئے بہت بھوکی ہوتیں جبکہ سیدہ حلیمہ کی بکریوں کے پیٹ زیادہ کھانے کے سبب گویا کہ پھٹنے والے ہوتے۔[10]

شیخ عبدُ الحق مُحدِّث دِہلوی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں: ہماری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ تم اپنی بکریوں کو ان چراگاہوں میں کیوں نہیں چراتے جس چراگاہ میں بنتِ ابی ذویب کی بکریاں چرتی ہیں؟ حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتے کہ ہمارے گھر میں یہ خیر و برکت کہاں سے آئی ہے! یہ برکت غیبی چراگاہ اور کسی اور چارے سے تھی۔ بہر حال اس کے بعد ہماری قوم کے چرواہوں نے ہمارے چرواہوں کے ساتھ بکریاں چرانی شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ اللہ پاک نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی وجہ سے ان کے اموال اور بکریوں میں بھی خیر و برکت پیدا کر دی اور یوں تمام قبیلے میں خیر و برکت پھیل گئی۔ میں جانتی ہوں کہ یہ سب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے وجودِ گرامی کی برکت سے ہے۔[11]

سیدہ حلیمہ پر ان تمام برکتوں کا نزول کیوں ہوا، اس کے متعلق قصیدہ ہمزیہ میں بڑے ہی خوبصورت اشعار مذکور ہیں، چنانچہ یہ اشعار ذکر فرمانے کے بعد امام نور الدین حلبی رحمۃُ اللہِ علیہ ان کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو دودھ پلانے کی برکت فوراً ہی یہ ظاہر ہوئی کہ اس دودھ پلانے والی کی بکریاں جو بہت کمزور اور بے دودھ کی تھیں اچانک دودھ دینے لگیں اور خوب موٹی تازی ہو گئیں، انہوں نے سیدہ حلیمہ اور ان کے گھرانے کو دودھ سے خوب سیر اب کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ زبردست خشک سالی اور قحط کے بعد ان کو زندگی کا آرام و عیش حاصل ہوا۔ یہ صرف اس کی برکت تھی کہ سیدہ حلیمہ کو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لئے غذا اور خوراک حاصل کرنی تھی۔

حضرت حلیمہ کی یہ سعادت کتنی زبردست تھی کہ انہوں نے حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنا دودھ پلایا کہ ان کو اس نعمت کے بدلے میں دوہری نعمت و سعادت حاصل ہوئی اور جو نعمت انہوں نے حضور کو پیش کی تھی اسی قسم کی نعمت ان کو حاصل ہوئی۔ کیونکہ اللہ پاک کا قانون یہ ہے کہ انسان جس قسم کی نیکی کرتا ہے اسی قسم کی اس کو جزا دی جاتی ہے۔ لہٰذا جب سیدہ حلیمہ نے حضور کو اپنے دودھ سے سیر اب کیا تو خود ان کو بھی دودھ اور غذا سے سیر اب کیا گیا۔ اس میں کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے کیونکہ جب اللہ پاک کسی نیک اور شریف انسان کی محبت کے لئے کچھ لوگوں کا انتخاب فرماتا ہے تو خود وہ لوگ بھی اس شریف انسان کی وجہ سے شریف اور خوش قسمت ہو جاتے ہیں۔[12]

(ان شاء اللہ اگلی قسطوں میں ان عجائبات وغیرہ کا ذکر کیا جائے گا جو سیدہ حلیمہ کے ہاں ظاہر ہوئے۔)

---

(1) دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص90، حدیث:96 (2) مدارج النبوۃ مترجم، 2/34 (3) دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص90، حدیث:96 (4) دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص90، حدیث:96 (5) مدارج النبوۃ مترجم، 2/35 (6) دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص90، حدیث:96 (7) نثر الدرر فی مولد ابن حجر مترجم، ص139 (8) سبل الہدی والرشاد، 1/387 (9) دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص91، حدیث:96 (10) دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص91، حدیث:97 (11) مدارج النبوۃ مترجم، 2/36 (12) سیرت حلبیہ، 1/134

# حضور کی روزوں سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ مضامین 30 ویں تحریری مقابلے سے منتخب کرکے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کیے جارہے ہیں)

بنتِ محمد افضل
(طالبہ: درجۂ ثانیہ، جامعۃ المدینہ گرلز معراجکے، سیالکوٹ)

اسلام میں اکثر اعمال کسی نہ کسی روح پرور واقعے کی یاد تازہ کرتے ہیں مثلاً صفا و مروہ کے درمیان حاجیوں کی سعی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی یادگار ہے۔ آپ اپنے شہزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی تلاش کرنے کے لئے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان سات بار چلی اور دوڑی تھیں، اللہ پاک کو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی یہ ادا پسند آگئی، لہٰذا اللہ پاک نے اسی ادائے ہاجرہ کو باقی رکھتے ہوئے حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کے لئے صفا و مروہ کی سعی واجب فرمادی۔ اسی طرح ماہِ رمضان المبارک میں کچھ دن حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے غارِ حرا میں گزارے تھے، اس دوران آپ دن کو کھانے سے پرہیز کرتے اور رات کو ذِکرُ اللہ میں مشغول رہتے تو اللہ پاک نے اُن دنوں کی یاد تازہ کرنے کے لئے روزے فرض کئے تاکہ اس کے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سنت قائم رہے۔[1]

اللہ پاک کا فرمان ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَۙ۝۱۸۳ (پ 2، البقرۃ: 183) ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم رمضان المبارک کے روزوں کے ساتھ ساتھ نفل روزے بھی رکھا کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے: رمضان کے بعد سب سے افضل شعبان کے روزے ہیں، تعظیمِ رمضان کے لئے۔[2] بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے نہ رکھتے بلکہ پورے شعبان ہی کے روزے رکھ لیتے اور فرمایا کرتے: اپنی طاقت کے مطابق عمل کرو کہ اللہ پاک اس وقت تک اپنا فضل نہیں روکتا جب تک تم اُکتا نہ جاؤ۔[3]

شارحِ بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریفُ الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مراد یہ کہ شعبان میں اکثر دنوں میں روزہ رکھتے تھے اسے تغلیباً (غلبے اور زیادہ ہونے کے لحاظ سے) کُل (پورے مہینے کے روزے رکھنے) سے تعبیر کردیا ہے جیسے کہتے ہیں: فلاں نے پوری رات عبادت کی۔ جبکہ اس نے رات میں کھانا بھی کھایا ہو اور ضروریات سے فراغت بھی کی ہو۔[4]

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پورے شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے۔ میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! کیا سب مہینوں میں آپ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ شعبان کے روزے رکھنا ہے؟ ارشاد فرمایا: اللہ پاک اس سال مرنے والی ہر جان کو لکھ دیتا ہے اور مجھے پسند ہے کہ جب میرا وقتِ رخصت آئے اور میں روزہ دار ہوں۔[5]

حضرت عبدُ اللہ بن ابی قیس رضی اللہ عنہ نے اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا پسندیدہ مہینا شَعبانُ الْمُعَظَّم تھا کہ اس میں روزے رکھا کرتے، پھر اسے رمضان المبارک سے ملا دیتے۔[6] نیز سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم چار چیزیں نہ چھوڑتے تھے: (1) عاشورہ کا روزہ (2) عشرۂ ذوالحجہ کے روزے (3) ہر مہینے میں 3 روزے

اور (4) فجر (کے فرض) سے پہلے دو رکعتیں۔(7)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں: پیر اور جمعرات کو اعمال پیش ہوتے ہیں، لہٰذا میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس وقت پیش ہو کہ میں روزہ دار ہوں۔(8) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے پیر کے روزے کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا: اسی میں میری ولادت ہوئی اور اسی میں مجھ پر وحی نازل ہوئی۔(9) حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے پیارے نبی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: جو بدھ اور جمعرات کے روزے رکھے اس کے لئے جہنم سے آزادی لکھ دی جاتی ہے۔(10) اللہ پاک کے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پیر اور جمعرات کو روزے رکھا کرتے تھے، اس کے بارے میں عرض کی گئی تو فرمایا: ان دونوں دنوں میں اللہ پاک ہر مسلمان کی مغفرت فرما دیتا ہے مگر وہ دو شخص جنہوں نے آپس میں جدائی کرلی ہے ان کے متعلق فرشتوں سے فرماتا ہے: انہیں چھوڑ دو! یہاں تک کہ صُلح کرلیں۔(11)

بنتِ اشرف چشتی
(طالبہ: درجۂ خامسہ، جامعۃ المدینہ گرلز کنگ سہالی گجرات)

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم روزوں سے بہت محبت فرماتے تھے، اس لیے آپ خود بھی روزے رکھتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دلاتے تھے۔ چنانچہ اُمُّ المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم چار چیزیں نہ چھوڑتے تھے: (1) عاشورہ کا روزہ (2) عشرۂ ذو الحجہ کے روزے (3) ہر مہینے میں تین روزے اور (4) فجر (کے فرض) سے پہلے دو رکعتیں۔(12) اسی طرح ایک حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ایامِ بیض میں بغیر روزہ کے نہ ہوتے، نہ سفر میں نہ حضر میں۔(13) حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنا یومِ ولادت بھی روزہ رکھ کر مناتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے پیر کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اسی میں میری ولادت ہوئی اور اسی میں مجھ پر وحی نازل ہوئی۔(14) اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پیر اور جمعرات کے روزے کا خاص خیال رکھتے تھے۔(15)

آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی روزوں سے محبت اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ آپ یہ پسند کیا کرتے کہ اعمال پیش ہوتے وقت بھی روزہ دار ہوں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں: پیر اور جمعرات کو اعمال پیش ہوتے ہیں تو میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس وقت پیش ہو کہ میں روزہ دار ہوں۔(16) آپ اسی محبت کی وجہ سے نہ صرف خود روزے رکھتے بلکہ دوسروں کو اس کی ترغیب بھی دلاتے تھے، چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے: جس نے رمضان، شوال، بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھا وہ داخلِ جنت ہوگا۔(17)

ذکر کی گئی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو روزوں سے بہت محبت تھی اور یہ آپ کی محبوب ترین عبادت تھی۔ ہمیں بھی اپنے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اس محبوب ترین عبادت سے محبت رکھنی چاہئے اور خوب روزے رکھنے چاہئیں۔ اللہ پاک ہمیں بھی روزوں سے محبت نصیب فرمائے۔ آمین

(1) فیضانِ رمضان، ص73 (2) شعب الایمان، 3/377، حدیث: 3819 (3) بخاری، 1/648، حدیث: 1970 (4) نزہۃ القاری، 3/377 (5) مسند ابی یعلی، 4/277، حدیث: 4890 (6) ابو داود، 2/476، حدیث: 2431 (7) نسائی، ص395، حدیث: 2413 (8) ترمذی، 2/187، حدیث: 747 (9) مسلم، ص455، حدیث: 2750 (10) مسند ابی یعلی، 5/115، حدیث: 5610 (11) ابن ماجہ، 2/344، حدیث: 1740 (12) نسائی، ص395، حدیث: 2413 (13) نسائی، 386، حدیث: 2342 (14) مسلم، ص455، حدیث: 2750 (15) ترمذی، 2/186، حدیث: 745 (16) ترمذی، 2/187، حدیث: 747 (17) سنن کبریٰ للنسائی، 2/147، حدیث: 2778

# شرح سلامِ رضا

بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان) گوجرہ منڈی بہاؤالدین

145

اوّلیں دافعِ اہلِ رِفض و خروج
چارمی رکنِ ملت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **اوّلین:** پہلے۔ **دافع:** دور کرنے والے۔ **چارمی رکنِ ملت:** اُمت کے چوتھے ستون۔

مفہومِ شعر: اُمّت کے چوتھے خلیفہ اور روافض و خوارج کے فتنوں کے خلاف جنگ کرنے والی اوّلین ہستی مولا مشکل کشا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر لاکھوں سلام۔

شرح: اوّلیں دافعِ رِفض واہلِ خروج: اسلام کو مختلف ادوار میں کئی طرح کے فتنوں کا سامنا رہا ہے، کبھی اغیار کی طرف سے تو کبھی ان نام نہاد مسلمانوں کی طرف سے جو اسلام کی بات کرنے، اسلامی عبادات کرنے اور اسلامی شکل وصورت اختیار کرنے کے باوجود اسلام کو نقصان پہنچانے میں لگے رہے اور اپنے باطل عقائد اور فاسد نظریات کی وجہ سے گمراہ تصور کیے گئے، ان میں سرِ فہرست فتنۂ خارجیت ورافضیت ہے۔ خوارج سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی آل و اولاد سے بغض رکھتے ہیں جبکہ روافض وہ لوگ ہیں جو حضرت علی اور اہلِ بیت کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کی آڑ میں دیگر صحابہ کرام کی مذمت اور کردار کشی کو جائز سمجھتے ہیں۔

خوارج کی شروعات دورِ نبوی میں ہی ہو گئی تھی، دورِ عثمانی میں ان کی فکر پروان چڑھی اور پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کا عملی ظہور مُنَظَّم صورت میں سامنے آیا۔ مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ان دونوں فتنوں کو ختم فرمایا، چنانچہ جب خوارج کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو آپ نے پہلے ان کے مقابلے کے لیے حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بھیجا، وہ ان پر غالب آئے اور نتیجے میں کثیر خارجی اپنے باطل عقائد سے تائب ہوئے، جبکہ ایک جماعت بھاگ کر نہروان چلی گئی اور وہاں ڈکیتی شروع کر دی، جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے خود ان کے خلاف لشکر کشی فرمائی اور وہاں جاکر اس فتنے کا خاتمہ کیا۔[1]

رہے وہ لوگ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی آڑ میں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر طعن کرتے تھے انہیں بھی کئی مواقع پر آپ نے ڈانٹ پلائی، مثلاً ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے ہوتے ہوئے مہاجرین و انصار نے آپ پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کس طرح مقدم کر دیا؟ حالانکہ مرتبے میں آپ افضل ہیں! فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ مومن اللہ پاک کی پناہ میں ہوتا ہے تو میں تجھے قتل کر دیتا۔[2] بلکہ آپ کا اعلان تھا کہ میں نے اگر کسی کو پایا کہ وہ مجھے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتا ہے تو وہ بہتان تراش ہے۔[3]

الغرض رافضی اور خارجی دونوں گروہ گمراہ اور ہلاکت کے پیشوا ہیں۔ سیدھے راستے پر صرف اہلِ سنت و جماعت ہیں جو محبتِ اہلِ بیت بھی رکھتے ہیں اور عظمتِ صحابہ بھی۔

**چارمی رکنِ ملت** حضرت علی مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ ہیں۔ لہٰذا جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے بعد خلافت مولا علی کو ملنی تھی مگر معاذَ اللہ انہوں نے مجبوراً دب کر پہلے تینوں خلفا کی بیعت کرلی تھی، تو یہ سراسر غلط اور مولا علی پر الزام ہے، کیونکہ اللہ پاک کا شیر کسی سے دبتا ہے نہ مجبور ہوتا ہے، اگر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ مجبور ہوں تو مشکل کشا کیسے ہوں گے!

**146**

شیر شمشیر زن شاہِ خیبر شکن

پرتَوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **شمشیر زن:** تلوار چلانے کا ماہر۔ **خیبر شکن:** خیبر توڑ دینے والا۔ **پرتَو:** عکس۔ **دست:** ہاتھ۔

مفہوم شعر: تلوار چلانے کے ماہر، خیبر کے درو دیوار ہلا دینے والے اور اپنی طاقت میں دستِ قدرت کے عکسِ جمیل مولا علی رضی اللہ عنہ پہ لاکھوں سلام۔

شرح: آپ تلوار کے ایسے ماہر تھے کہ جب آپ کی تلوار اٹھتی تو بڑے بڑے بہادر گاجر مُولی کی طرح کٹ کر زمین پر گرتے جاتے اور آپ کے سامنے کوئی نہ ٹھہر سکتا تھا، گویا کہ ہر طرف یہی شور ہوتا: لَافَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار یعنی جوان تو بس حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور تلوار تو بس ذو الفقار ہی ہے۔

شاہِ خیبر شکن غزوۂ خیبر میں جب دشمن قلعے کے اندر سے مسلمانوں پر حملہ کر رہے تھے اور قلعہ کی مضبوط دیوار ان کی حفاظت کا ذریعہ بن رہی تھی تو بشارتِ نبوی کے مطابق وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی تھے جنہوں نے خیبر کے دروازے کو ایک ہاتھ سے اکھاڑا، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے دروازے کو اپنی پیٹھ پر اٹھالیا اور اس پر چڑھ کر مسلمانوں نے فتح حاصل کی۔ بعد میں اسے اٹھانے کی کوشش کی گئی تو چالیس مردوں سے کم اسے نہ اٹھا سکے۔ [4]

**147**

ماحیِ رفض و تفضیل و نصب و خروج

حامیِ دین و سنت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **ماحی:** مٹانے والا۔ **رفض و تفضیل:** بُغضِ صحابہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ علیہم الرضوان سے افضل سمجھنے کا عقیدہ رکھنا۔ **نصب و خروج:** اہلِ بیت کی دشمنی رکھنا۔

مفہوم شعر: رافضیت و خارجیت چاہے وہ ناصبیت کی شکل میں ہو یا تفضیلیت کی شکل میں ان تمام بدعقیدگیوں کو مٹا کر دین و سنت کی حمایت کرنے والے مولا مشکل کشا پہ لاکھوں سلام۔

شرح: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جن فتنوں کو مٹانے کی کوشش فرمائی ان میں سے ایک تفضیلی فتنہ بھی ہے، یعنی وہ لوگ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو ہماری محبت کا دعویٰ کریں گے اور ہمارے گروہ میں ہونا ظاہر کریں گے، وہ لوگ اللہ پاک کے شریر بندوں میں سے ہیں جو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بُرا کہتے ہیں۔ [5]

**148**

مومنیں پیشِ فتح و پسِ فتح سب

اہلِ خیر و عدالت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **پیشِ فتح:** فتحِ مکہ سے پہلے۔ **پسِ فتح:** فتحِ مکہ کے بعد۔ **اہلِ خیر:** بھلائی والے۔

مفہوم شعر: تمام صحابہ جو فتحِ مکہ سے پہلے ایمان لائے یا اس کے بعد، یہ سب اہلِ خیر اور عادل ہیں، ان سب پر لاکھوں سلام۔

شرح: تمام صحابہ سے اللہ پاک نے جنت اور بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے، وہ سب عادل ہیں، ان میں سے کسی سے بغض رکھنا یا ان کے خلاف زبان کھولنا خود کو ہلاکت پر پیش کرنا ہے، کیونکہ فرمانِ مصطفےٰ ہے: میرے صحابہ کے معاملے میں اللہ پاک سے ڈرو، میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنالینا۔ جس نے ان سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے میرے بغض کے سبب ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں تکلیف پہنچائی تو اس نے ضرور مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی تو ضرور اس نے اللہ پاک کو تکلیف پہنچائی تو جس نے اللہ پاک کو تکلیف پہنچائی تو قریب ہے کہ اللہ پاک اس کی پکڑ فرمائے۔ [6]

1 تاریخ الخلفاء، ص138 2 کنز العمال، جزء:12، 6/231، حدیث:35671 3 صواعق محرقہ، ص60 4 تاریخ الخلفاء، ص133 5 کنز العمال، جزء:13، 6/7، حدیث:36098 6 ترمذی، 5/463، حدیث:3888

# مَدَنی مذاکرے کے سوال جواب

شیخِ طریقت، امیرِ اہلِ سنّت، حضرتِ علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ مدنی مذاکروں میں عقائد، عبادات اور معاملات کے متعلق کئے جانے والے سوالات کے جوابات عطا فرماتے ہیں، ان میں سے 12 سوالات و جوابات ضروری ترمیم کے ساتھ یہاں درج کئے جارہے ہیں۔

## 1 گھر میں پپیتے کا لگا ہوا درخت کاٹنا کیسا؟

**سُوال:** میرے گھر میں پپیتے کا درخت لگا ہوا ہے جس پر بچے پتّھر مارتے ہیں، کیا میں اُس درخت کو کاٹ سکتا ہوں؟

**جواب:** بچّوں کا ایسا کرنا غلط ہے، انہیں اس طرح پتّھر مارنے سے روکنا چاہئے۔ اگر درخت کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے تو بے شک درخت کاٹ دیجئے۔

(مدنی مذاکرہ، 14 ربیع الاول شریف 1442ھ)

## 2 کیا مسجد کا کچرا بہتے پانی میں ڈالنا چاہئے؟

**سُوال:** میں نے سنا ہے کہ مسجد کا کچرا بہتے ہوئے پانی میں پھینکنا چاہئے، اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ مسجد کے کچرے کا کیا کریں؟

**جواب:** مسجد کا کوڑا، دُھول وغیرہ ڈسٹ بین یا کچرا کنڈی میں نہیں ڈالنا چاہئے، بہتے پانی میں ڈالنا بھی ضروری نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ کسی ادب کی جگہ پر ڈالا جائے۔

(مدنی مذاکرہ، 13 رجب شریف 1444ھ)

## 3 پاک وہند والوں کا کعبے کے کس حصّے کی طرف مُنہ ہوتا ہے؟

**سُوال:** پاک وہند والے جب کعبہ شریف کی طرف مُنہ کرتے ہیں تو کعبے کے کون سے حصّے کی طرف مُنہ ہوتا ہے؟

**جواب:** کعبے کے دروازے کی طرف۔

(مدنی مذاکرہ، 27 صفر شریف 1441ھ)

## 4 ہر مذہبی شخص کو حاجی کہنا کیسا؟

**سُوال:** اگر کسی نے حج نہ کیا ہو مگر مذہبی ہو تو کیا اسے حاجی صاحب کہہ سکتے ہیں؟

**جواب:** جس نے حج کیا ہو اُسی کو حاجی کہا جائے کیونکہ عُرف یہی ہے، جیسے نمازی وہی ہے جو نماز پڑھتا ہو۔

(مدنی مذاکرہ، 14 ربیع الاول شریف 1442ھ)

## 5 جنّات اور فرشتوں کو ایصالِ ثواب کرنا کیسا؟

**سُوال:** کیا ہم جنات کو ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں؟

**جواب:** جی ہاں! مسلمان جنات کو، یوں ہی فرشتوں کو بھی ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے۔ (مدنی مذاکرہ، 14 ربیع الاول شریف 1442ھ)

## 6 نکاح کے بعد دُعا مانگنا

**سُوال:** نکاح کے بعد جب دُعا مانگی جاتی ہے تو دور بیٹھے لوگوں کو آواز نہیں آتی اور جو قریب بیٹھے ہوتے ہیں وہ بھی شور کی وجہ سے صحیح نہیں سُن پاتے لیکن سب ہاتھ اُٹھائے ہوئے ہوتے ہیں ایسے موقع پر کیا کرنا چاہئے آیا دُعا مانگی جائے یا خاموش رہا جائے؟

**جواب:** اگر کوئی دُعا مانگ رہا ہو تو اس کی دُعا سننا واجب نہیں ہے اپنے طور پر بھی دُعا مانگ سکتے ہیں۔ نکاح کی تقریب میں ان کے لئے دُعا کرنی چاہئے جن کا نکاح ہو رہا ہے کہ اللہ پاک ان کی شادی خانہ آبادی فرمائے۔ **"شادی خانہ آبادی"** کا

مطلب یہ ہے کہ ان کا گھر آباد رہے، ان کے گھر میں لڑائی جھگڑے نہ ہوں، بلکہ یہ لوگ تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ اللہ پاک اور اس کے حبیب صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی فرماں برداری میں زندگی بسر کریں۔(مدنی مذاکرہ، 22 شعبان شریف 1440ھ)

## 7 دیوار سے تیمم کرنا کیسا؟

**سُوال:** کیا دیوار سے تیمم کیا جاسکتا ہے؟

**جواب:** اگر دیوار مٹی کی قسم سے ہے تو اس سے تیمم ہو جائے گا اور اگر دیوار پر Oil paint کیا گیا ہے تو اب تیمم نہیں ہو گا البتہ Oil paint والی دیوار پر اُڑ اُڑ کر دھول مٹی کی تہہ جم جائے تو اب اس مٹی سے تیمم کیا جاسکتا ہے۔

(مدنی مذاکرہ، 27 صفر شریف 1441ھ)

## 8 بد دُعا دینے کے بعد پچھتاوا ہو تو کیا کریں؟

**سُوال:** اگر کبھی کسی کو بد دُعا دی ہو اور اب پچھتاوا ہو رہا ہو تو کیا کیا جائے؟

**جواب:** اُس کے لئے دُعائیں کریں اور اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کریں کہ ”یا اللہ پاک! میں نے اُسے بد دُعا دی تھی اُس پر کرم کر دے اور اُسے کوئی تکلیف نہ پہنچے“ باقی دُعا یا بد دُعا قبول کرنا یا نہ کرنا اللہ ربُّ العزت کے اختیار میں ہے۔

(مدنی مذاکرہ، 27 صفر شریف 1441ھ)

## 9 دورانِ وظیفہ تعداد بھول جائیں تو کیا کریں؟

**سُوال:** اگر کوئی وظیفہ 90 بار پڑھنا ہو اور پڑھتے پڑھتے تعداد بھول جائیں تو کیا کریں؟

**جواب:** جہاں دِل جمے کہ اِتنی بار پڑھا ہے، اُتنا تصوُّر کر کے وظیفہ پورا کر لیں۔(مدنی مذاکرہ، 27 صفر شریف 1441ھ)

## 10 سب سے افضل دُرود

**سُوال:** کیا بڑے دُرودِ پاک کی فضیلتیں چھوٹے درود میں بھی ملتی ہیں؟

**جواب:** فضیلت کا دار و مدار چھوٹے یا بڑے دُرودِ پاک پر نہیں ہے۔ البتہ دُرودِ ابراہیمی کے بارے میں آیا ہے کہ ”سب سے افضل دُرود یہ ہے“ (دیکھئے: فتاویٰ رضویہ، 6/183) تو ہم اس کے علاوہ کسی دُرودِ پاک کو اس سے افضل نہیں کہہ سکتے۔ باقی دُرودِ پاک کے بے شمار صیغے ہیں، جو صیغے شریعت کے مطابق ہیں وہ پڑھیں گے تو ثواب بھی ملے گا۔

(مدنی مذاکرہ، 30 صفر شریف 1442ھ)

## 11 کیا بھولنا بھی اللہ کی نعمت ہے؟

**سُوال:** ”بھول اللہ کی نعمت ہے“ ایسا کہنا کیسا ہے؟

**جواب:** بہت سی صُورتیں ایسی ہیں جن میں بُھول جانا نعمت ہے، جیسے کسی نے ہمارے ساتھ بد سُلوکی کی اور ہم بُھول گئے تو یہ نعمت ہوئی، کیونکہ اگر بد سلوکی یاد رہ جاتی تو اُس سے خار کھاتے رہتے، اُس کی بُرائیاں کرتے رہتے اور اُس سے اِنتقام لینے کی ٹوہ میں رہتے کہ جب موقع ملے گا، نہیں چھوڑوں گا۔ بعض اوقات بچّوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے نہ جانے کیا کیا بول دیتے ہیں اور بچّے بُھول جاتے ہیں، یہ بُھولنا بھی نعمت ہے، ورنہ اگر بچّہ نہ بُھولے اور وہ بھی خاربازی کرے تو ماں باپ کو آزمائش میں ڈال دے۔ جانور کا حافظہ بھی کمزور ہوتا ہے، جب بکرا بندھا ہوا تھا تو بکرے کو ڈنڈا مارا تھا، اگر وہ یاد رکھے اور بھولے نہیں تو جب یہ کُھلے گا اور ڈنڈے کا بدلہ سینگ سے لے گا تو کیسا لگے گا!! ایسی اور بھی صُورتیں ہیں جن میں بندہ بُھول جاتا ہے تو فائدہ ہوتا ہے۔(مدنی مذاکرہ، 30 صفر شریف 1442ھ)

## 12 ہر بیماری سے نجات کا روحانی علاج

**سُوال:** اگر کسی کی نظرِ بد نہ اُتر رہی ہو تو اُسے کیا کرنا چاہئے؟

**جواب:** وقتاً فوقتاً سُورۃُ الْفَلَق اور سُورۃُ النَّاس پڑھ کر دَم کرتے رہنا چاہئے، ہوسکے تو 41 بار سُورۃُ الفاتحہ پڑھ کر دَم کیجئے اِن شآءَ اللہُ الکریم نظرِ بد اُتر جائے گی۔ یہ (یعنی سورۃ الفاتحہ) سورۂ شفا ہے، کسی بھی مریض کو 41 بار سُورۃُ الفاتحہ پڑھ کر پانی پر دَم کر کے پلائیں اور مریض پر دَم کریں، اللہ پاک نے چاہا تو مایوسی نہیں ہو گی بلکہ شفا ہو گی۔(مدتِ علاج: تا حُصول شفا)

(مدنی مذاکرہ، 13 رجب شریف 1444ھ)

# بیٹیوں کا لباس

اُمِّ میلاد عطاریہ*

لباس اللہ پاک کی ایک عظیم نعمت ہے جس کا بنیادی مقصد ستر پوشی یعنی جسم کے وہ حصّے جنہیں چھپانے کا حکم ہے، انہیں چھپانا جبکہ سردی گرمی کے اثرات سے جسم کو محفوظ رکھنا اور زینت اختیار کرنا اس کے ضمنی فوائد میں سے ہے۔

لباس صرف انسانوں کے لئے بنایا گیا ہے اسی لئے جانور بے لباس ہی ہوتے ہیں۔ لباس اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے اس لئے اس کے پہننے پر اللہ پاک کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

افسوس! آج معاشرے میں لوگ لباس کے جن فتنوں میں مبتلا ہیں وہ بے شمار ہیں، شیطان کے دوست ایسے خوش نما طریقوں سے ہماری دینی تعلیمات کی جڑیں کاٹتے ہیں کہ ہمیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا، اس احساس کے فقدان کی وجہ سے ہی آج کئی مسلمان خواتین نے فیشن و ڈیزائن کے نام پر غیر شرعی لباس پہننا شروع کر دیا ہے۔

لباس کے معاملے میں شرعی حدود پھلانگنے والی خواتین کو اس فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے نصیحت حاصل کرنی چاہئے:

## دوزخی عورتوں کی جماعت

دوزخیوں میں دو جماعتیں ایسی ہوں گی جنہیں میں نے (اپنے اِس عہدِ مبارک میں) نہیں دیکھا (یعنی آئندہ پیدا ہونے والی ہیں) ان میں ایک جماعت ان عورتوں کی ہے جو پہن کر ننگی ہوں گی، دوسروں کو (اپنی حرکتوں کے ذَرِیعے) بہکانے والیاں اور خود بھی بہکی ہوئیں، ان کے سر بختی اونٹوں کی ایک طرف جھکی ہوئی کوہانوں کی طرح ہوں گے، وہ جنّت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی اور اس کی خوشبو اتنی اتنی دُوری سے پائی جاتی ہے۔[1]

حکیمُ الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ بیان کردہ حدیثِ پاک کے ان الفاظ **"جو پہن کر ننگی ہوں گی"** کے تحت فرماتے ہیں: یعنی جسم کا کچھ حصہ لباس سے ڈھکیں گی اور کچھ حصّہ ننگا رکھیں گی۔ یا اتنا باریک کپڑا پہنیں گی جس سے جسم ویسے ہی نظر آئے گا یہ دونوں عُیوب آج دیکھے جا رہے ہیں۔ یا اللہ کی نعمتوں سے ڈھکی ہوں گی شکر سے ننگی یعنی خالی ہوں گی یا زیوروں سے آراستہ تقویٰ سے ننگی ہوں گی۔

**”کوہانوں کی طرح ہوں گے“** کے تحت فرماتے ہیں: اس جملہ مبارکہ کی بہت تفسیریں ہیں، بہتر تفسیر یہ ہے کہ وہ عورتیں راہ چلتے شرم سے سر نیچا نہ کریں گی بلکہ بے حیائی سے اونچی گردن کئے سر اٹھائے ہر طرف دیکھتی، لوگوں کو گھورتی چلیں گی جیسے اونٹ کے تمام جسم میں کوہان اونچی ہوتی ہے ایسے ہی ان کے سر اونچے رہا کریں گے۔[2]

آج کل بچوں میں اس بات کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا، لڑکے کو لڑکی کا لباس پہنا دیا جاتا ہے جس سے وہ لڑکی معلوم ہوتا ہے جبکہ لڑکی کو معاذَ اللہ لڑکے کا لباس مثلاً پینٹ شرٹ، لڑکے کے جوتے اور ہیٹ وغیرہ پہنا دیتے ہیں، بال بھی لڑکے جیسے رکھوائے جاتے ہیں کہ دیکھنے میں بالکل لڑکا معلوم ہوتی ہے۔

## خواتین کا لباس اور شرعی احکام

❁ عورت کا جسم سر سے پاؤں تک ستر ہے جس کا چھپانا ضروری ہے سوائے چہرے اور کلائیوں تک ہاتھوں اور ٹخنے سے نیچے تک پاؤں کے، کہ ان کا چھپانا نماز میں فرض نہیں، باقی حصّہ اگر کُھلا ہو گا تو نماز نہ ہو گی۔ لہٰذا اُس کا لباس ایسا ہونا چاہئے جو سر سے پاؤں تک اس کو ڈھکا رکھے اور اس قدر باریک کپڑا نہ پہنے جس سے سر کے بال یا پاؤں کی پنڈلیاں یا پیٹ اُوپر سے ننگا ہو۔

❁ لباسِ زینت (یعنی جائز اور اچھا لباس) پہننا مستحب ہے۔[3]

❁ سِترِ عورت (یعنی ستر چھپانا) ہر حال میں واجب ہے خواہ نَماز میں ہو یا نہیں، تنہا ہو یا کسی کے سامنے۔ بِلا کسی غرضِ صحیح کے تنہائی میں بھی (ستر) کھولنا جائز نہیں اور لوگوں کے سامنے یا نَماز میں تو سِتر (چھپانا) بالاِجماع فرض ہے۔[4]

پیاری اسلامی بہنو! ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً۪﴾ ترجَمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔[5] لہٰذا اسلام میں پوری پوری داخل ہو جائیں، یہ طرزِ عمل بالکل مناسب نہیں کہ دینِ اسلام کو اپنا مذہب مانتے ہوئے اس کے احکامات سے روگردانی کی جائے۔ بدقسمتی سے فیشن کے نام پر اب ایسے ڈیزائن والے لباس آنے لگے ہیں جن کے آگے پیچھے کے گلے بہت ڈیپ ہوتے ہیں، بغیر آستین کی قمیص یا آدھی آستین کی قمیص، اسی طرح پائنچے ایسے ڈیزائن والے ہوتے ہیں جس میں ٹخنوں سے اوپر کی جلد دکھائی دیتی ہے، ایسے چپکے ہوئے ٹائٹس، پاجامے ہوتے ہیں جن سے رانیں پنڈلیاں بالکل واضح ہوتی ہیں، ایسے لباس سے بچنا چاہئے، جبکہ اس کے برعکس ایسا لباس بھی ہے جو فیشن میں بھی اِن ہوتا ہے اور ڈھیلا ڈھالا بھی ہوتا ہے، گھٹنوں سے نیچے تک قمیص، فراکیں، ڈھیلی ڈھالی میکسی، پلازو ٹراؤزر وغیرہ۔ یہ ایسے لباس ہیں جو فیشن والے بھی ہیں اور جسم کو (جیسا اس کے چھپانے کا حق ہے) چھپاتے بھی ہیں ایسے ڈیزائن والے ڈریسز کہ جن سے ستر عورت ہو جاتا ہے یہ بھی پہنے جاسکتے ہیں نہ کہ فیشن کے نام پر ایسے ہی ڈریس پہنے جائیں جن سے ستر نہ ہو تا ہو۔ **امیرِ اہلِ سنّت حضرت علّامہ مولانا محمد الیاس عطّار قادری** دامت برکاتہم العالیہ **فرماتے ہیں کہ ہمیں شریعت کے پیچھے چلنا ہے، شریعت ہمارے پیچھے نہیں چلے گی۔**

اللہ کریم ہمیں شریعت کے مطابق سنتوں بھری زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

(1) پردے کے بارے میں سوال جواب، ص269- مسلم، ص906، حدیث: 5582 ملخصاً (2) مراٰۃ المناجیح، 5/255، 256 ملتقطاً (3) صراط الجنان، 3/289 ملتقطاً (4) بہارِ شریعت، 1/479 (5) پ2، البقرۃ: 208۔

# اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی محمد قاسم عطاری

## 1 بچوں کو پیشاب کراتے وقت قبلہ رخ کا لحاظ نہ کرنا

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض خواتین چھوٹے بچوں کو اٹھا کر پیشاب کرواتے ہوئے عموماً قبلہ کا لحاظ نہیں کرتیں، بلکہ اپنی آسانی یا جگہ کے حساب سے قبلہ کی طرف رُخ کر کے بچے کو پیشاب کروا دیتی ہیں۔ کیا یہ عمل درست ہے؟ یا بچّوں کو بھی قبلہ رُخ سے ہٹا کر پیشاب کروایا جائے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کعبہ معظمہ وہ مبارک گھر ہے جس کی شان قرآن مجید میں بیان فرمائی گئی ہے۔ اِسے **"مبارک"** اور سارے جہان کا **"سرچشمہ ہدایت"** بتایا گیا، چنانچہ ارشاد ہوا: ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ(۹۶)﴾ ترجمہ: بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لئے ہدایت ہے۔(پ4، اٰلِ عمرٰن:96) لہٰذا کعبہ شریف کی ان عظمتوں کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے کعبہ معظمہ کی طرف رُخ یا پیٹھ کر کے پیشاب کرنے کو مکروہِ تحریمی یعنی حرام کے قریب اور گناہ قرار دیا، بلکہ سمتِ قبلہ دونوں جانب 45 ڈگری کے اندر بھی اِس حالت میں قبلے کو منہ یا پیٹھ کرنا، ناجائز ہے اور جس طرح یہ حکم بالغ یعنی بڑوں کے لیے ہے، اُسی طرح اگر مرد یا عورت کسی بچے کو قبلہ رُخ پیشاب کروائے تو یہ بھی شرعاً ناجائز اور گناہ ہے اور یہ گناہ اُس مرد و عورت پر ہو گا، بچے پر نہیں کہ بچہ تو غیر مکلّف اور ناسمجھ ہے۔

**<u>یہاں ایک ضابطہ شرعیہ یاد رکھیے</u> کہ بالغ کا کسی نابالغ کو ہر وہ کام کروانا، ناجائز اور گناہ ہے، جس کام کا کرنا خود اُس نابالغ کے بالغ ہونے کی صورت میں اُس پر حرام ہو،** یعنی اگر وہ خود بالغ ہوتا تو اُسے وہ کام کرنا، جائز نہ ہوتا، تو اِس کی نابالغی کی صورت میں کسی بالغ کا اس سے وہ کام کروانا، جائز نہیں۔ فقہائے کرام نے اِس کی مختلف مثالیں دی ہیں۔ (1) نابالغ لڑکے کو سونے کی انگوٹھی پہنانا۔ (2) نابالغ لڑکے کو ریشم کا لباس پہنانا۔ (3) نابالغ کو شراب پلانا۔ (4) نابالغ لڑکے کے ہاتھوں یا پیروں پر مہندی لگانا۔ (5) اور اِسی طرح نابالغ کو سمتِ قبلہ پیشاب کروانا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

## 2 خواتین کا کالی یا کوئی اور مہندی سر پر لگانا

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ کیا عورت کالی مہندی یا کوئی اور مہندی سر کے بالوں پر لگا سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بالوں کو رنگنے کے متعلق عورت کیلئے بھی وہی حکم شرعی ہے جو مرد کیلئے ہے یعنی بالوں کو سیاہ کرنا خواہ بلیک کلر سے ہو یا کالی مہندی سے ہو، مرد و عورت دونوں کیلئے ناجائز و حرام ہے، البتہ مجاہد کو حالت جہاد میں بالوں میں کالا خضاب کرنا، جائز ہے۔ رہا بلیک کے علاوہ کوئی دوسرا کلر کرنا! تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں کیلئے سفید بالوں کو مہندی سے رنگنا مستحب ہے اور مہندی میں کتم نامی گھاس کی پتیاں ملا کر گہرے سرخ رنگ کا خضاب زیادہ بہتر ہے اور زرد رنگ اس سے بھی بہتر ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

# ترجیحات کا تعین

اُمِّ سلمہ عطاریہ مدنیہ ملیر کراچی

**صحابیات وصالحات کے اعلیٰ اوصاف** جلد اول، صفحہ 54 پر ہے کہ حضرت اُمِّ سُلیم رضی اللہ عنہا جب اپنی قوم سمیت اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئیں تو آپ نے اپنے شوہر مالِک بن نضر کو بھی اسلام کی دعوت پیش کی۔ یہ اَبدِی سَعَادَت چونکہ اس کے نصیب میں نہ تھی، لہٰذا وہ اپنے کفر پر ڈٹا رہا بلکہ ناراض ہو گیا اور پھر ملکِ شام جا کر ہلاک ہو گیا۔[1] جب اس کی ہلاکت کی خبر حضرت اُمِّ سُلیم رضی اللہ عنہا کو ملی تو اس وقت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بہت چھوٹے تھے۔ چنانچہ آپ نے ارادہ کیا کہ کچھ عرصے تک نکاح نہ کریں گی۔[2] جب اس ارادے کو کچھ عرصہ گزر گیا تو ابو طلحہ نے ان سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا، چونکہ وہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے، اس لیے آپ نے فرمایا: میرے لئے یہ مناسب نہیں کہ میں ایک مشرک سے نکاح کروں۔ پھر فرمانے لگیں: اے ابو طلحہ! کیا تم نہیں جانتے کہ جن خداؤں کی تم عبادت کرتے ہو انہیں تو بنی فلاں کے ایک بڑھئی (Carpenter) غلام نے تراشا ہے، اگر انہیں آگ میں رکھو گے تو وہ انہیں جلا دے گی۔ یہ سن کر اس وقت تو وہ چلے گئے مگر یہ بات ان کے دل میں گھر کر گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اے ابو طلحہ! کیا تم نہیں جانتے کہ جس خدا کی تم عبادت کرتے ہو وہ تو زمین سے اُگنے والا ایک درخت ہے، جسے فلاں قبیلے کے ایک حبشی نے تراشا ہے؟ انہوں نے اقرار کیا تو فرمانے لگیں: اس کے باوجود تمہیں شرم نہیں آتی کہ زمین سے اگنے والی ایک لکڑی کو سجدہ کرتے ہو جسے فلاں قبیلے کے حبشی نے تیار کیا ہے! تو کیا اب گواہی دیتے ہو کہ اللہ پاک کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اللہ پاک کے رسول ہیں؟ اگر یہ گواہی دیتے ہو تو میں شادی کو تیار ہوں اور تمہارے قبولِ اسلام کے علاوہ کوئی اور مہر کا ارادہ بھی نہیں رکھتی۔ اس پر ابو طلحہ نے سوچنے کے لئے کچھ وقت مانگا اور چل دیئے، جب کچھ غور و فکر کے بعد واپس آئے تو کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے اسلام قبول کر لیا۔ پھر حضرت اُمِّ سُلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کا نکاح پڑھوا دیں۔[3]

واضح رہے! جو چیز مالِ مُتَقَوِّم (وہ مال جو جمع کیا جا سکتا ہو اور شرعاً اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہو[4]) نہیں وہ مہر نہیں ہو سکتی۔[5] اور شریعت میں مہر کی کم سے کم تعداد مقرر ہے کہ دس درم سے کم نہ ہو۔[6] چاندی میں اس کا وزن دو تولے ساڑھے سات ماشے ہے، اس کی جو قیمت بنتی ہو وہ مہر کی کم از کم مقدار ہے، زیادہ کی کوئی حد نہیں باہمی رضامندی سے جتنا چاہے مقرر کیا جا سکتا ہے لیکن یہ خیال رکھیں کہ مہر اتنا مقرر کریں جتنا دے سکتے ہوں۔[7] لہٰذا مذکورہ واقعے میں جو حضرت بی بی اُمِّ سُلَیم رضی اللہ عنہا نے مہر، اسلام لانے کو قرار دیا تھا تو اس کی شرح میں علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ یا تو حضرت بی بی اُمِّ سُلَیم رضی اللہ عنہا نے مہر معاف کر دیا تھا، یا یہ مطلب ہے کہ مہرِ مُعَجَّل یعنی نکاح کا چڑھاوا کچھ نہ لیا تھا۔[8]

اس واقعے میں ہمارے سیکھنے کی کئی باتیں ہیں۔ غور کیجئے!

آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی اگر کوئی خاتون خدانخواستہ بیوہ ہو جائے تو اسے ایک مضبوط سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر کہیں سے یہ سہارا مل جائے تو اسے اپنانے میں دیر کی جاتی ہے نہ کرنی چاہئے جبکہ وہ دور تو ابھی جہالت کے اندھیروں سے نکل رہا تھا، وہاں بیوہ کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہوگا! ایسے ماحول میں جب حضرت بی بی اُمِّ سُلَیم رضی اللہ عنہا کو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی صورت میں ایک مضبوط سہارا مل رہا تھا، جو مالدار، عزت و حشمت کے مالک اور اپنے دور کے عزت دار لوگوں میں شامل تھے۔ جب انہوں نے پیغامِ نکاح بھیجا تو بی بی اُمِّ سُلَیم رضی اللہ عنہا نے خوش ہونے اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے مال و دولت کی طرف توجہ دینے کی بجائے دین اور اسلام کو ترجیح دی، کیونکہ اسلام ہی اللہ پاک کا پسندیدہ دین ہے، اسلام قبول کرنے کے بعد بندہ کفر و شرک کی گندگی سے پاک و صاف ہو جاتا ہے، اسلام کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں بالخصوص ظلم و ستم کی چکی میں پسی ہوئی خواتین پر اسلام نے جو احسانات فرمائے ہیں کسی اور مذہب میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے، لہٰذا ان کی زندگی میں سب سے پہلی ترجیح دینِ اسلام کو حاصل تھی، اسی وجہ سے انہوں نے وقتی و دنیاوی مفادات کے حصول کو ٹھکرا دیا اور اپنے موقف پر ثابت قدم رہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک اچھی اور کامیاب زندگی گزارنے کے لئے ترجیحات کا متعین ہونا نہایت اہم ہے۔ جب ہم یہ طے کر لیتی ہیں کہ ہمیں کس چیز کو ترجیح دینی ہے تو زندگی الجھنوں سے پاک ہو جاتی ہے اور فیصلے کرنا بھی آسان ہو جاتے ہیں۔ بحیثیتِ مسلمان ہماری اولین ترجیح یقیناً دین اسلام اور اس کے احکام ہونے چاہئیں۔ چنانچہ ہر کام شروع کرنے سے پہلے یہ ضرور سوچ لیا کریں کہ کیا اسلام میں اس کی اجازت ہے؟ اگر معلوم نہ ہو تو مفتیانِ کرام سے پوچھ لیجئے اور ان کاموں سے بالکل پرہیز کیجئے جو شریعت کے خلاف ہوں۔

اسی طرح لوگوں کی وجہ سے احکامِ الٰہی کو پامال کرنے کے بجائے گناہوں سے بچنے کو ترجیح دیجئے اور اس کے سبب ہونے والے وقتی نقصان کو آخرت کی کامیابی پر ترجیح دیجئے کیونکہ آخرت ہمیشہ باقی رہے گی جبکہ دنیا جلد ختم ہو جائے گی۔ اسی طرح فرائض و واجبات کی ادائیگی کو دیگر کاموں پر ترجیح دیجئے، نماز کا وقت ہو جائے تو دیگر کاموں کو بھلے روک دیا جائے مگر کسی حال میں بھی نماز قضا نہ ہونے پائے۔

اسی طرح مختلف کاموں کو بہترین انداز میں کرنے کے لئے بھی ترجیحات کا تعین بے حد ضروری ہے ورنہ بے فائدہ کاموں میں وقت ضائع ہو جاتا ہے اور اہم کام رہ جاتے ہیں یا پھر وقت پر مکمل نہیں ہو پاتے۔ لہٰذا اپنے کاموں کو اس طرح تقسیم کیجئے کہ وہ کام جو فوری کرنے کے ہوں اور اہم بھی ہوں، انہیں ترجیح دیجئے، اس کے بعد ان کاموں کو رکھئے جو اہم تو ہوں لیکن فوراً کرنا ضروری نہ ہوں بلکہ کسی بھی فارغ وقت میں کیے جاسکتے ہوں۔

یوں ہی اپنی ترجیحات میں عبادت، گناہوں سے بچنے، فرض علوم حاصل کرنے، والدین اور شوہر کے حقوق ادا کرنے، بچوں کی تربیت کرنے، رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنے، امورِ خانہ داری، تعلیم، صحت، پیسے کمانے، خرچ کرنے، دینی اجتماعات میں شرکت کرنے وغیرہ تمام چیزوں کو اس طرح بیلنس رکھئے کہ ہر چیز کا حق ادا کر سکیں۔ مزید یہ بھی توجہ رکھیے کہ کسی کم اہم چیز میں ایسی مصروف نہ ہو جائیں کہ دیگر ضروری امور کے لئے وقت ہی نہ رہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے بھی اپنی ترجیحات متعین کیجئے کہ کون سی چیز کو آپ نے کس حد تک رکھنا ہے۔

اللہ پاک ہمیں شریعت کے مطابق اپنی ترجیحات متعین کرنے اور انہی کے مطابق زندگی گزارنے کی سعادت نصیب فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) استیعاب، 4/494 (2) طبقات ابن سعد، 8/312، 313 (3) طبقات ابن سعد، 8/313، 314 (4) رد المحتار، 7/8 (5) بہارِ شریعت، 3/65، حصہ: 7 (6) فتاویٰ رضویہ، 12/167 (7) تفسیر صراط الجنان، 2/175 (8) مراۃ المناجیح، 5/71

# بارات

(قسط:3)

بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ
دفتر ذمہ دار پاک سطح، شعبہ حج و عمرہ کراچی

شادی کے موقع پر دلہن اور دولہے کے لباس سے متعلق ہمارے معاشرے میں مختلف قسم کی رسومات پائی جاتی ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں ایسی ہی رسومات کی شرعی و اخلاقی حیثیت کا مختصر جائزہ پیشِ خدمت ہے:

شادی کی تمام تیاریوں میں سب سے زیادہ جس بات کو اہمیت حاصل ہوتی ہے وہ دلہن کی شادی کے کپڑے ہیں، خواتین کے لیے ان کی شادی کی دیگر چیزوں سمیت جوڑے بھی بہت قیمتی ہوتے ہیں، کیونکہ ان سے خوبصورت یادیں اور جذبات جڑے ہوتے ہیں اور عام طور پر خواتین ان کو بہت حفاظت سے سنبھال کر رکھتی ہیں اور کسی کو استعمال کے لیے بھی دینا گوارا نہیں کرتیں، البتہ !شادی کے موقع پر دلہن جو لباس پہنتی ہے، اس کا اہتمام عموماً لڑکی والوں کی طرف سے ہوتا ہے جو کافی مہنگا بھی ہوتا ہے کیونکہ آج کل Tagging اور Branding کا دور چل پڑا ہے یعنی کام کی جگہ دام اور نام چلنے لگا ہے۔ لوگ مہنگے ملبوسات اپنی شادیوں پر تیار کرواتے ہیں اور مہنگے لباس کو اپنی شان شمار کرتے ہیں۔ بعض خصوصی طور پر Boutique سے آرڈر پر سلواتے ہیں جن کی قیمت ہزاروں بلکہ لاکھوں میں ہوتی ہے۔ درمیانہ طبقہ بھی قیمتی ملبوسات کی طرف ہی رجحان رکھتا ہے۔ بات صرف مہنگے ملبوسات کی نہیں بلکہ ان کے محدود استعمال کی بھی ہے کہ شادی میں جو دلہن کا لباس اتنا بھاری اور کام والا ہوتا ہے اس کو بس ایک بار پہن کر الماری کی زینت بنا دیا جاتا ہے اور عام طور پر اس کے بعد اسے دوبارہ پہننے کا موقع بھی نہیں ملتا، لہٰذا فی زمانہ یہ دیکھنے میں بھی آیا ہے کہ ☆ دلہن کی کوئی قریبی خاتون مثلاً بھابھی یا کزن وغیرہ جس کی شادی کا جوڑا استعمال کے قابل ہو تو وہ پہن لیا جاتا ہے، البتہ !یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ جس عورت کی شادی کا جوڑا لیا جا رہا ہے وہ بیوہ نہ ہو، کیونکہ بیوہ کا جوڑا اس موقع پر پہننا برا شگون سمجھا جاتا ہے کہ اس سے دلہن کی زندگی میں معاذ اللہ نحوست ہو گی اور اس کا بھی سہاگ اجڑ جائے گا، حالانکہ یہ سوچ درست نہیں اور اس کا اسلام سے بھی کوئی تعلق نہیں۔

☆ مہنگا لباس خریدنے کے بجائے دلہن کے لیے بارات کے خوبصورت اور ہیوی ڈریسز کرائے پر حاصل کر لئے جاتے ہیں۔ ☆ یا پھر دلہن کے لیے بارات کا Dress لڑکے والوں کی طرف سے آتا ہے۔

بہر حال لباس لڑکی کے گھر والوں کی طرف سے ہو یا لڑکے والوں کی طرف سے، عارضی طور پر کسی سے لیا ہو یا کرائے پر، اس کا استعمال ہر صورت میں جائز ہے۔ البتہ اگر لباس پہننے اور اس کے حصول وغیرہ میں کسی قسم کی شرعی ممانعتوں کا سامنا ہو تو انہیں ضرور دیکھا جائے گا، مثلاً اگر لباس کے حصول کے لئے لڑکی لڑکے یا اس کے گھر والوں کے ساتھ شاپنگ پر جاتی ہے اور یوں نامحرموں کا اجتماع اور بے تکلفانہ انداز بھی ہوتا ہے تو نامحرم سے میل جول وغیرہ کی وجہ سے ایسا کرنے سے منع کیا جائے گا۔

## دلہن کے مختلف لباسوں کا جائزہ

شادیوں میں لہنگے اور ساڑھیاں پہننا بہت عام ہو چکا ہے، بڑے بڑے شاپنگ مالز میں ایسے لہنگے بھی دیکھنے میں آ رہے ہیں جن کی قمیص سینے سے نیچے تک ہوتی ہے اور لہنگا ناف سے

شروع ہوتا ہے۔ لہٰذا پہننے والی کی کمر اور پیٹ کا کچھ حصہ لازمی ظاہر ہوتا ہے، ایسے لہنگے ہر گز نہ پہنے جائیں۔ البتہ جو لہنگے تمام اعضائے بدن کو مکمل چھپانے والے ہوں، جن سے بدن کا ابھار اور کوئی حصہ ظاہر نہ ہو تو وہ پہن سکتی ہیں، جیسا کہ مکتبۃ المدینہ کی کتاب **زینت کے شرعی احکام** میں ہے: فی زمانہ ہمارے ملک پاکستان میں جس قسم کا بڑے سائز کا پورے بدن کو اچھی طرح ڈھانپ دینے والا لہنگا رائج ہے اس طرح کا لہنگا پہننا اور اسے پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ لہنگا فی زمانہ شعارِ کفار نہیں رہا، بلکہ مسلم خواتین میں بھی عام و شائع ہو چکا ہے اور لہنگا پہننے سے ستر عورت بھی ہو جاتا ہے، لہٰذا فی زمانہ لہنگا پہننے میں حرج نہیں ہے۔[1] ساڑھی کے لیے بھی یہی حکم ہے، جیسا کہ فتاویٰ فیضُ الرسول میں ہے: ساڑھی اگر اس طرح پہنی جائے کہ بے پردگی نہ ہو تو جائز اور بے پردگی ہو تو ناجائز اور نیچے کی جانب کھلے رہنے میں کوئی قباحت (برائی) نہیں ہے اس لئے کہ شریعتِ مطہرہ نے ساڑھی اور تہبند پہن کر نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے اور سیدِ عالم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہمیشہ تہبند ہی استعمال فرماتے رہے۔[2]

غرارے، فراک اور میکسی وغیرہ جیسے Tail dresses کا استعمال بھی عام ہوتا جا رہا ہے، لباس خواہ کوئی بھی ہو اگر اس سے ستر عورت ہو رہا ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، البتہ! ایسے کسی بھی لباس کے استعمال سے بچنا بہتر ہے جس میں زمین پر پیچھے سے کپڑا کافی مقدار میں لٹک رہا ہو یا گھسٹ رہا ہو۔ کیونکہ ایسا لباس جس کا پائنچا یا دامن زمین پر گھسیٹ رہا ہو، پہننا منع ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ اُمُّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: عورتوں کے لیے کیا حکم ہے؟ ارشاد فرمایا: ایک بالشت لٹکائیں! (یعنی آدھی پنڈلی کے نیچے ایک بالشت لٹکائیں) عرض کی: اس سے تو عورتوں کے قدم کھل جائیں گے۔ ارشاد فرمایا: ایک ہاتھ لٹکائیں، اس سے زیادہ نہیں۔[3] لہٰذا دلہن کو اتنے لمبے لباس نہ پہنائے جائیں۔

مزید یہ کہ لباس اتنا تنگ نہ ہو کہ اعضا کا ابھار واضح ہوتا ہو کہ یہ بھی بے ستری ہی ہے۔ کیونکہ ایسا دبیز (موٹا) کپڑا جس سے بدن کا رنگ نہ چمکتا ہو مگر بدن سے بالکل ایسا چپکا ہوا ہے کہ دیکھنے سے عضو کی ہیأت معلوم ہوتی ہے، ایسے کپڑے سے نماز ہو جائے گی، مگر اس عضو کی طرف دوسرے کو نگاہ کرنا جائز نہیں اور ایسا کپڑا لوگوں کے سامنے پہننا بھی منع ہے۔[4]

فی زمانہ شادی میں حجاب (سر پر دوپٹہ جسے اسٹالر بھی کہتے ہیں) کا Trend بھی عام ہے، مگر اتنا کہ بعض دلہنیں صرف trend کے طور پر حجاب کر لیتی ہیں کہ سر ڈھانپ لیا مگر سینہ کھلا ہے یہاں تک کہ بعض اعضائے بدن صاف نظر آ رہے ہوتے ہیں، حالانکہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے ان میں سے کچھ کھلا ہو جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جز، تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقاً حرام ہے۔[5]

آج کل تو بعض ایسی بے باک عورتیں بھی دیکھی جاتی ہیں جو دوپٹے کو بھی اس انداز سے اوڑھتی ہیں کہ وہ ستر پوشی کے بجائے الگ ہی قسم کی بے ستری کر رہی ہوتی ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ ان دنیاداروں کی عقل trend اور فیشن کو تو سمجھ لیتی ہے مگر اللہ و رسول کے احکامات سمجھنے کو تیار نہیں۔ اللہ پاک ان کو ہدایت نصیب کرے، یہ سب گناہوں کے کام ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر کسی نے دین میں کوئی بُرا طریقہ رائج کیا تو اس پر عمل کرنے والوں کے گناہوں کے برابر اس کو بھی گناہ دیا جائے گا اور یقیناً یہ سبب ہلاکت ہے۔ لہٰذا ایسے خلافِ شرع کاموں سے بچنا چاہیے ورنہ جہنم کی آگ برداشت نہ ہوگی۔

---

1 زینت کے احکام، ص32

2 فتاویٰ فیض الرسول، 2/601

3 ابو داود، 4/89، حدیث: 4117

4 بہار شریعت، 1/480، حصہ: 3

5 فتاویٰ رضویہ، 22/239، 240

# ڈسپلن کی اہمیت

(قسط:4)

بنتِ افضل عطاریہ مدنیہ معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز زمان بہاولپور

ڈسپلن یعنی نظم و ضبط کی انسانی زندگی میں کس قدر اہمیت ہے، اس کے لئے اتنا کہنا کافی ہو گا کہ اس کے بغیر کسی بھی منظم معاشرے کا وجود نا ممکن ہے، بلکہ غور کیا جائے تو کائنات کا ذرہ ذرہ کسی قدرتی نظام کا پابند ہے، جیسا کہ چاند، سورج، ستارے اور دن رات اللہ کریم کے بنائے ہوئے نظام کے تحت ہی چل رہے ہیں۔ چنانچہ،

اس اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو ایک تعلیمی ادارے کے لیے بھی نظم و ضبط انتہائی ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر منظم ادارے کے قیام و بقا کے کچھ اصول و ضوابط ہوتے ہیں، کچھ حدود و قیودات اور پابندیاں ہوتی ہیں، جن کا مقصد ادارے سے وابستہ افراد میں نظم و ضبط پیدا کرنا اور انہیں ترقی و ترویج کے لیے سازگار ماحول فراہم کرنا ہوتا ہے۔

یہ اصول و ضوابط صرف اس تعلیمی ادارے کے اسٹاف سے ہی تعلق نہیں رکھتے بلکہ ان تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے طلبہ و طالبات کے لئے بھی کچھ اصول و قوانین بنائے جاتے ہیں تاکہ وہ ادارے کی نیک نامی کا سبب بنیں، ان کی شخصیت میں نکھار پیدا ہو، ان کی زندگی بامقصد بن جائے اور وہ جس مقصد کے تحت آئے ہیں اس میں کامیاب و کامران ہو کر ملک و ملت کا نام روشن کریں۔

تعلیمی ادارہ مادرِ علمی کی حیثیت رکھتا ہے۔ انسان کے اندر یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وہ جس جگہ کچھ وقت گزار لے اس جگہ سے مانوس ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہ ادارہ جس میں طلبہ و طالبات کو دین و دنیا کی بھلائی سکھائی جاتی ہے، اس ادارے کے اصول و قوانین کی پاسداری کرنا اور اس ادارے سے محبت کرنا طلبہ و طالبات پر لازم ہے۔

نظم و ضبط کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جہاں اصول و قوانین کی پابندی کا ماحول نہ ہو وہاں بے چینی اور افراتفری کا سماں ہوتا ہے جو ادارے سے وابستہ افراد کی زندگیوں پر منفی اثرات ڈالتا ہے۔ جبکہ نظم و ضبط کی پابندی ایک پرسکون اور خوشگوار ماحول کو جنم دیتی اور اسٹوڈنٹس (طلبہ و طالبات) کے اعلیٰ تعلیمی کردار کی تعمیر کرتی ہے۔ مگر بعض نادان اسٹوڈنٹس جو ادارے کے ساتھ مخلص نہیں ہوتے ان کے نزدیک ادارے کے نظم و ضبط کی کوئی Value ہی نہیں ہوتی، ادارے والے اپنی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح یہ طلبہ و طالبات سدھر جائیں، اپنی اس بری روش کو ختم کر کے ادارے کے ڈسپلن کی پابندی کریں اور اپنی تعلیم مکمل کر کے معاشرے کے سدھار میں اپنا کردار ادا کریں، مگر افسوس! ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، نہ ان کی ذات پر کسی کی نصیحت کا کوئی اثر ہوتا ہے، ان کی اس بری عادت کا دیگر طلبہ و طالبات پر بھی بہت برا اثر پڑتا ہے اور ادارے کی بدنامی الگ ہوتی ہے۔ الغرض وہ اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑی کے وار کر کے اپنا مستقبل داؤ پر لگا لیتے ہیں، بالآخر

ان کی حرکتوں سے تنگ آکر ادارہ ان سے معذرت کرلیتا ہے، یوں وہ علم کی برکتوں سے محروم ہو کر اپنی تعلیم کو ادھورا چھوڑ کر در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوتے اور اپنے کئے پر ساری زندگی پچھتاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ

مدارس و جامعات میں زیرِ تعلیم طلبہ و طالبات کی راہ نمائی کے لئے یہاں چند ایسی اہم باتوں کا ذکر کیا جارہا ہے جو ڈسپلن اور نظم و ضبط کے قیام کے لئے انتہائی ضروری ہیں اور ان کا خیال رکھنے سے طلبہ و طالبات کامیابی و کامرانی کو اپنے نام کر سکتے ہیں۔

## ٹیچرز کی نقلیں اتارنا یا نامناسب القاب رکھنا

پچھلی قسط میں اس حوالے سے کچھ باتیں اگرچہ ذکر ہو چکی ہیں، مگر یہاں مزید کچھ باتیں پیشِ خدمت ہیں۔ یاد رکھئے! کسی بھی تعلیمی ادارے کا یہ بنیادی اصول ہوتا ہے کہ وہاں زیرِ تعلیم ہر فرد اپنے ٹیچر کا ادب کرے، مگر بعض ایسے اسٹوڈنٹس بھی ادارے کو جوائن کرتے ہیں جو ٹیچر کی اہمیت اور ان کے مقام و مرتبے کو سمجھنے سے غافل ہوتے ہیں اور ان کے نزدیک ٹیچرز کی کوئی خاص ویلیو نہیں ہوتی، لہٰذا ایسے شرارتی قسم کے اسٹوڈنٹس ادارے کے اصول و قوانین کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نہ صرف پیٹھ پیچھے اپنے ٹیچرز کی بری نیت سے نقلیں اتارتے بلکہ انہیں نامناسب القابات سے بھی یاد کرتے ہیں۔

**ٹیچرز کی نقلیں اتارنے کی چند مثالیں** پاؤں سے معذور ٹیچر کی طرح لنگڑا کر چلنا، اگر ٹیچر کی ہکلانے کی عادت ہے تو انہی کے اسٹائل میں ہکلا کر بولنا، اگر ان کے چلنے میں کوئی مسئلہ ہے تو اسی طرح چلنا، ان کے ڈانٹنے کے انداز میں کسی کو ڈانٹنا وغیرہ۔

**ٹیچرز کے نامناسب القاب رکھنے کی مثالیں** بونی، ٹھگنی، لمبی، ضدی، بھدی، بدصورت، موٹی، کالی کلوٹی، چاپلوس، متکبرہ، کھڑوس، خشک یا اکھڑ مزاج، جلّاد، بہری، گونگی، بھینگی، توتلی وغیرہ۔

## ادارے کے افراد پر نکتہ چینی

ادارے سے متعلق افراد خواہ ٹیچرز ہوں یا انتظامیہ ان کی عزت و تکریم بھی کامیابی کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ ورنہ جو طلبہ و طالبات ادارے کے نظام یا انتظامیہ پر بلاوجہ تنقید کرتے ہیں، بلاوجہ ان سے الجھتے ہیں اور بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو ایسے اسٹوڈنٹس علمِ دین کی حقیقی روح کو ہرگز نہیں پاسکتے، بلکہ ناکام و نامراد ہی رہ جاتے ہیں۔

## ادارے کی طرف سے مخصوص رعایتیں نہ ملنے کا شکوہ

عموماً ہر ادارے کی انتظامیہ کی بھرپور کوشش یہی ہوتی ہے کہ اپنی طاقت وحیثیت کے مطابق ادارے میں ضروریات و سہولیات کا انتظام کیا جائے تاکہ پڑھنے و پڑھانے والوں کو کسی بھی قسم کی آزمائش کا سامنا نہ ہو اور وہ خلوصِ دل کے ساتھ علمِ دین سیکھنے سکھانے کا تسلسل جاری رکھ سکیں۔ لیکن اس کے باوجود بعض اسٹوڈنٹس آسائشوں اور سہولت پسندی کے اس قدر شوقین ہوتے ہیں کہ ادارے کے اصول و قواعد کو سمجھنے کی بجائے اپنی من مانی اور اضافی آسائشیں یا سہولیات دینے کا مطالبہ کرتے ہیں، مثلاً لیٹ آنے، چھٹی کرنے، سبق یاد نہ کرنے، جلدی چلے جانے، کلاس سے غائب رہنے وغیرہ پر ان سے پوچھ گچھ نہ کی جائے، ایسوں کو آسائشیں فراہم کرنا اضافی سہولت دینا ادارے کے اختیار و حدود سے باہر ہوتا ہے، نتیجتاً یہ اسٹوڈنٹس اپنے تعلیمی سفر سے منہ موڑ کر اپنے لئے حصولِ علم کے دروازے بند کرلیتے ہیں۔

ایسے اسٹوڈنٹس کو سمجھنا چاہیے کہ دین قربانی کا تقاضا کرتا ہے اور علمِ دین کی عظیم دولت سمیٹنے کے لیے بہت ساری آسائشوں کی قربانی دینی پڑتی ہے جیسا کہ علمائے دین کی سیرت سے ظاہر ہے کہ جنھوں نے حصولِ علمِ دین کی خاطر ایسی ایسی مشکلات اور بھوک پیاس وغیرہ کا سامنا کیا کہ پڑھ اور سن کر عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔ ایسے بزرگوں کے واقعات پڑھنے کے لئے مکتبۃ المدینہ کا رسالہ **تذکرۂ امیرِ اہلِ سنت،**

**قسط 4: شوقِ علمِ دین** ضرور پڑھئے۔ دعوتِ اسلامی کی ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ بھی کیا جاسکتا ہے۔

### دوسروں کو ادارے کی مخالفت پر ابھارنا، انہیں ادارے کی کمزوریاں بتانا یا پڑھائی چھوڑنے کا ذہن دینا

بعض شر پسند اسٹوڈنٹس ادارے کے ساتھ مخلص نہ ہونے کی وجہ سے نہ صرف خود بھی علمِ دین کی برکتوں سے محروم رہتے ہیں بلکہ اپنا شر دوسروں تک بھی منتقل کرتے ہیں، یوں کہ کلاس فیلوز یا باہر کے افراد کو ادارے کی مخالفت پر ابھارتے، ادارے کے کمزور پہلوؤں کو ذکر کر کے یا دیگر طلبہ و طالبات کے ذہنوں میں شکوک و شبہات ڈال کر انہیں جامعہ یا مدرسہ چھوڑ کر کہیں اور جا کر پڑھنے کا ذہن دیتے ہیں، مثلاً ہمارے جامعہ یا مدرسے کا نظام بہت خراب ہے، طلبہ و طالبات کو آتا جاتا کچھ نہیں، بس گدھے کی طرح بوجھ لاد دیا جاتا ہے، پینے کو ٹھنڈا میٹھا پانی نہیں ملتا، کھارا پانی پینا پڑتا ہے، کھانے میں ٹیسٹ نہیں ہوتا، روٹی کچی، جلی ہوئی یا باسی ہوتی ہے، عصری علوم کی تعلیم پر کوئی توجہ نہیں، کسی کو بات کرنے کی تمیز نہیں، صفائی کا نظام درست نہیں، کمروں کی حالت انتہائی خستہ ہے، سفارش کلچر عام ہے، رشتے داروں اور شخصیات کے بچوں کو خصوصی پروٹوکول دیا جاتا ہے، ٹیچرز کو پڑھانا نہیں آتا، بلاوجہ مارا پیٹا جاتا اور عزتِ نفس مجروح کی جاتی ہے، لیٹ آنے یا چھٹی کرنے پر عذر نہیں سنا جاتا، مالِ وقف کا مِس یوز ہوتا ہے، کرپشن کا بازار گرم ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں فلاں مدرسہ یا جامعہ کا نظام بہت بہترین ہے اور وہاں پر ہر طرح کی سہولت موجود ہے، وہ جامعہ یا مدرسہ ہر اعتبار سے اس جامعہ یا مدرسے سے لاکھ درجہ بہتر ہے، لہٰذا میری مانو تو پہلی فرصت میں یہاں اپنا ٹائم ضائع کرنے کے بجائے یا کسی کو یہاں پڑھانے کے بجائے فلاں مدرسے یا جامعہ میں داخلہ لے لو یا دلوا دو وغیرہ۔

یوں وہ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کے لیے بھی علمِ دین سے دوری اور ادارے کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر بعض اوقات ادارہ ایسے طلبہ و طالبات سے معذرت کر لیتا ہے یا پھر انہیں اپنی ان بری عادات کی وجہ سے خود ہی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ لہٰذا دینی جامعہ و مدرسے میں زیرِ تعلیم تمام طلبہ و طالبات کو چاہئے کہ وہ کامیابی کے حصول اور روشن مستقبل کو پانے کے لیے ٹیچرز کا ادب لازمی کریں، نظم و ضبط کی پابندی کریں، اپنے جامعہ و مدرسے کے ساتھ مخلص ہو جائیں اور اپنے تعلیمی ادارے سے محبت و تعاون کا سلسلہ جاری رکھیں۔ ان شاءَ اللہ علمِ دین کی حقیقی برکتیں نصیب ہوں گی۔

### ادارے میں صرف ٹائم پاس کرنے یا گھر والوں کے دباؤ کی وجہ سے آنا

جامعات و مدارس میں زیرِ تعلیم بعض طلبہ و طالبات کے کردار کو دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ جیسے یہ ادارے میں پڑھنے نہیں، بلکہ گھر والوں کے دباؤ میں صرف ٹائم پاس کرنے آتے ہیں، مثلاً کلاس میں بیٹھ کر موبائل استعمال کرتے ہیں، منہ میں ہر وقت کچھ نہ کچھ چباتے رہتے ہیں، دیگر کلاس فیلوز کو اشارے کرتے رہتے ہیں، ٹیچرز کے لیکچرز کو اہمیت نہیں دیتے، خواب و خیالات میں کھوئے رہتے ہیں، ٹیچرز کی غیر حاضری کی خواہش رکھتے ہیں تاکہ گپیں ہانکنے میں آسانی ہو، جس دن سبق پڑھنے کا دل نہ چاہے تو ٹیچرز سے فضول سوال کرتے یا انہیں ادھر ادھر کی باتوں میں الجھانے کی کوشش کرتے ہیں، اگر اس میں ناکامی ہو جائے تو جلدی چھٹی لے کر گھر جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

الغرض ان کا مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ کلاس میں پڑھائی کے علاوہ سب کچھ ہوتا رہے اور وقت بھی گزر جائے۔ یوں وہ پڑھائی کے مقاصد کو بھول کر گویا خود ہی ناکامی و نامرادی کو آگے بڑھ کر گلے لگاتے اور علمِ دین سے محروم ہونے والوں کی فہرست میں اپنا نام بھی شامل کروا لیتے ہیں۔ اللہ پاک ایسوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

(جاری ہے۔۔۔)

# غلطی مان لینا

اُمِّ انس
رکن انٹرنیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

ہم انسان ہیں اور بحیثیتِ انسان کوئی بھی غلطیوں سے خالی نہیں، چنانچہ نبیِّ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ ہر انسان خطا کار ہے۔[1] ہاں! انبیائے کرام علیہم السلام اس سے پاک ہوتے ہیں، ان کی طرف تلاوتِ قرآن اور روایتِ حدیث کے علاوہ غلطی کی نسبت کرنا سخت حرام ہے۔[2]

مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عِصمت نبی اور مَلَک (فرشتے) کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیا کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی و بد دینی ہے۔ عِصمتِ انبیا کے یہ معنٰی ہیں کہ اُن کے لیے حفظِ الٰہی کا وعدہ ہو لیا، جس کے سبب ان سے صدورِ گناہ (گناہ ہونا) شرعاً محال ہے۔ انبیا شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعثِ نفرت ہو، جیسے کِذب و خیانت و جہل وغیرہا صفاتِ ذمیمہ سے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مُروّت کے خلاف ہیں قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر (گناہ کبیرہ) سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمّدِ صغائر (جان بوجھ کر صغیرہ گناہ کرنے) سے بھی قبلِ نبوّت اور بعدِ نبوّت معصوم ہیں۔[3]

لہٰذا عام انسان سے غلطی تو ہو ہی جاتی ہے مگر غلطی کو غلطی نہ ماننا اس سے بڑی غلطی ہوتی ہے۔ غلطی ہونا بُرا نہیں بلکہ غلطی کا اعتراف نہ کرنا بُرا ہے۔ غلطیاں تو ہوتی ہی سکھانے کے لئے ہیں۔ بچہ جب چلنے لگتا ہے تو کئی بار گرتا ہے بالآخر گر گر کر چلنا سیکھ جاتا ہے۔ جب بولتا ہے تو کتنی غلطیاں کر رہا ہوتا ہے! بالآخر درست بولنا سیکھ جاتا ہے۔ اسی طرح دورانِ تعلیم ہمیں غلطیاں کر کے کتنا کچھ سیکھنے کو ملتا ہے اور یہ سب غلطی کو تسلیم کرنے سے ہی آتا ہے، جب غلطی کو تسلیم کر لیتی ہیں تو درستی آنا شروع ہو جاتی ہے۔

مشہور ہے کہ لائٹ بلب جس نے ایجاد کیا اس نے بلب بنانے کے لیے ہزارہا تجربات کیے جو کہ غلط ثابت ہوئے بالآخر وہ بلب بنانے میں کامیاب ہو ہی گیا، تو کسی صحافی نے پوچھا کہ ایک بلب بنانے میں آپ اتنی بار ناکام ہوئے اور اتنی غلطیوں کے بعد ایک بلب ایجاد کیا، ناکامی کے دنوں میں آپ کے جذبات و احساسات کیا رہے؟ تو اس نے جواب دیا: ناکام تو میں ہوا ہی نہیں بلکہ میرا تجربہ ہی ہزاروں مراحل پر مشتمل تھا، اور ہر غلطی میرے تجربے میں اضافے کا سبب تھی، لہٰذا جہاں مجھے ایک طریقہ وہ معلوم ہے جس سے بلب بن سکتا ہے تو ہزاروں ایسے طریقوں کا بھی علم ہے جس سے بلب نہیں بن سکتا! بلاشبہ غلطی کا احساس ہو جانے کے بعد اس کو تسلیم کرنے سے صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا اور کلام میں نکھار آتا ہے، لہٰذا اگر ہم اپنی اصلاح کرنا چاہتی ہیں تو غلطیوں کو قبول کرنا سیکھیں، ترقی کے لئے شرط ہے کہ غلطیوں کو تسلیم کر لینے کے بعد اپنی اصلاح کریں۔ مشہور کہاوت ہے: "انسان اپنی غلطیوں سے سیکھتا ہے" اپنی غلطی تسلیم کرنا اپنے آپ کو انسان ماننا ہے، کیونکہ وہ شیطان تھا جس نے اپنی غلطی تسلیم نہیں کی تھی۔

یہ اعلیٰ ظرفی کی بات ہے کہ انسان اپنی غلطی کو تسلیم کر لے اور تکبر سے جان چھڑا کر عاجزی پیدا کر لے۔

جو اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے رہتے ہیں
صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانے

## غلطی مان لینے کے فوائد

غلطی مان لینے کے اجتماعی و انفرادی

دونوں طرح کے فوائد ہیں، مثلاً جب ہم اپنی غلطی مان لیتی ہیں تو گویا بات ہی ختم ہو جاتی ہے یعنی وہ غلطی جس سے ہمارا کوئی ذاتی نقصان ہونا تھا یا اس کی وجہ سے معاشرتی بگاڑ یا لڑائی جھگڑے کی صورت پیدا ہونی تھی صرف ہمارے معذرت کر لینے کی وجہ سے وہ نوبت نہیں آتی اور معاشرے کا سکون بر قرار رہتا ہے۔ اسی طرح اگر گناہ کے بعد اللہ پاک کی بارگاہ میں اعترافِ جرم کرتے ہوئے اس گناہ سے باز رہنے کا پکا ارادہ کیا جائے تو ایک عجیب دلی سکون بھی ملتا ہے۔ چاہے آپ ساس ہوں، بہو ہوں، بیٹی ہوں، بہن ہوں، بیوی ہوں یا ماں، اگر دوسرں کے ساتھ معاملات میں اگر ہم اپنی غلطی تسلیم کر لیں گی کہ جی ہاں مجھ سے یہ غلطی ہو گئی ہے آئندہ ایسا نہیں کروں گی، تو یوں اپنے معاملات پر غور کر کے اپنی غلطی کو تسلیم کرنے سے ان شاء اللہ گھر اور خاندان میں محبت کی فضا پیدا ہو گی۔

**غلطی نہ ماننے کی وجوہات اور حل** بعض اوقات ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے اور دل و دماغ اس بات کو مانتے بھی ہیں مگر نفس بد نہیں مانتا کہ ہم اپنی غلطی کیسے قبول کر لیں! طرح طرح کی سوچیں آڑے آتی ہیں کہ میں تو اس سے رتبے میں بڑی ہوں، اگر میں نے مان لیا تو کہیں میری عزت میں کمی نہ آجائے، میرا وقار مجروح نہ ہو جائے، یا پھر بہو یہ سوچتی ہے کہ ایک بار غلطی کا اعتراف کر لیا تو سسرال والے جینے نہیں دیں گے اور بار بار نیچا دکھانے کے لیے معافیاں منگواتے رہیں گے وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح کی سوچوں اور نفس کی ملامت خیز آوازوں سے چھٹکارے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنی غلطی تسلیم کر لینے کے فوائد پر غور کریں اور خود پسندی کے خول سے باہر نکلیں، رہی بات عزت میں کمی اور وقار مجروح ہونے کی تو اس حوالے سے صحابہ کرام کی مثالیں ہمارے لیے موجود ہیں، عبرت و نصیحت کے لیے ان میں سے چند واقعات ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسی عورت پیش کی گئی جو شرعی گواہوں اور ثبوتوں کی روشنی میں مجرم قرار پائی تو آپ نے اس عورت کے لئے شریعت کے مطابق فیصلہ بیان فرما دیا مگر اتفاق سے اُس مسئلے کے ایک خاص پہلو کی طرف آپ کی توجہ ہی نہ رہی۔ جب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے اس پہلو کی طرف توجہ دلائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا اور فرمایا: لَوْلَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ یعنی اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔[4]

اسی طرح ایک بار حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطبہ بہت زیادہ مہر مقرر کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ جو بھی حق مہر زیادہ مقرر کرے گا تو اضافی مال بیتُ المال میں جمع کروا دیا جائے گا، پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے، ایک عورت آپ کے پاس آکر بولی: اے امیر المومنین! پیروی کی زیادہ حق دار اللہ پاک کی کتاب ہے یا آپ کا فرمان؟ فرمایا: کتابُ اللہ۔ عورت بولی: ابھی کچھ دیر پہلے ہی آپ نے لوگوں کو منع فرمایا ہے کہ عورتوں کے مہر بہت زیادہ مقرر نہ کرو! حالانکہ اللہ پاک اپنی پاکیزہ کتاب میں ارشاد فرماتا ہے: وَّ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْــٴًـا (پ4، النسآء: 20) (ترجمہ: اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سن کر دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا: ہر ایک عمر سے بڑھ کر سمجھ دار ہے۔ پھر آپ دوبارہ منبر پر چڑھے اور اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع فرمالیا۔[5]

سبحان اللہ! کوئی حق پہچاننا اور انصاف کرنا حضرت عمر سے سیکھے کہ جہاں کسی نے قرآن و حدیث سے کوئی اصلاح کی بات کی، انہوں نے فوراً مان لی، اپنی بات سے رجوع کر لیا اور کبھی اپنے علم و عدل پر غرور نہ کیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان تو وہ ہستیاں ہیں کہ ان کی خطائیں گویا اُمّت کے لیے عطائیں ہیں، مگر اس کے باوجود وہ اپنی غلطی تسلیم کرنے میں ہٹ دھرمی سے کام نہ

لیتے، یہی حال بعد کے بزرگانِ دین کا بھی رہا، اس کی جھلک دیکھنی ہو تو دورِ حاضر کے ولیِ کامل امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کی عادتِ مبارکہ ملاحظہ فرمائیے کہ آپ جب بھی (سوال جواب کا سلسلہ) مدنی مذاکرہ فرماتے ہیں تو اس کے شروع میں یہ بھی فرماتے ہیں: آپ سوالات کیجئے، ہر سوال کا جواب اور وہ بھی بِالصَّواب (یعنی بالکل دُرُست) دے پاؤں یہ ضروری نہیں، اگر بھول کر تا پاؤں تو فوراً میری اصلاح فرمائیں، مجھے آئیں بائیں شائیں کرتا، اپنے مؤقف پر بلاوجہ اڑتا نہیں بلکہ شکریہ کے ساتھ رجوع کرتا پائیں گے۔ اگر مدنی مذاکرے کے دوران یا ویسے ہی کبھی کوئی غلطی ہو جائے تو آپ توجہ دلانے پر نہ صرف اس سے رجوع فرماتے ہیں بلکہ ضرورتاً اس کی تشہیر بھی کرتے ہیں تاکہ درست مسئلہ ہر ایک تک پہنچ سکے۔

اپنی غلطی بلاجھجک قبول کرنے سے متعلق بزرگانِ دین کے کثیر واقعات ملتے ہیں، قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا غلطی قبول کرنے کی وجہ سے ان کا معاذ اللہ رتبہ کم ہو گیا یا لوگوں کی نظروں میں مقام و مرتبہ گھٹ گیا؟ ہر گز نہیں! بلکہ اس سے ان کی شان و شوکت اور عقیدت و محبت میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

غلطی قبول نہ کرنے کی ایک بہت بڑی وجہ تکبر، گھمنڈ اور سرکشی جیسے باطنی امراض بھی ہیں، ان کا علاج ان کی کاٹ کرنا ہے اور ان کی کاٹ یوں ہو گی کہ شیطان کا انجام ذہن میں لائیے کہ بدبخت تکبر کی وجہ سے ہی سرکش ہوا اور لعنتی ٹھہرا۔ اسی طرح خود کو نیک اور معزز سمجھنا اور لوگوں کی پروا کرنا وغیرہ اسباب غلطی قبول کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں ان کو دور کرنا چاہیے۔

بعض خواتین یہ کہتی ہوئی نظر آتی ہیں کہ مجھ سے تو کوئی غلطی ہوئی نہیں معافی کس چیز کی مانگوں؟ یا کہتی ہیں کہ فلاں معاملہ آپ کے سامنے ہے میں کہاں غلط ہوں؟ جب ان کو ان کی غلطی بتائی جائے تو الٹے سیدھے دلائل دینا شروع کر دیتی ہیں، لہٰذا بات بننے کے بجائے بگڑتی ہے۔ ایسا کرنے والیوں میں وہ بھی ہوتی ہیں جن کا معاشرے میں کوئی مقام یا منصب ہوتا ہے، جیسے مُبَلِّغہ، مُدَرِّسہ یا کسی کمیٹی یا ادارے کی عہدیدار وغیرہ، ان کا عہدہ و منصب بھی غلطی قبول کرنے میں رکاوٹ بنتا ہے۔ چنانچہ ایسی تمام خواتین کو یہ کرنا چاہیے کہ جہاں کہیں خود کو خطا وار پائیں تو اپنے عہدہ و منصب کی پروا کیے بغیر اپنی اصلاح کی خاطر فوراً اپنی خطا کو تسلیم کرتے ہوئے اس کا اظہار بھی کریں۔ اگرچہ شروع میں یہ ایک مشکل کام ہو گا مگر ایک بار اپنے ضمیر کی آواز پر لَبَّیْک کہتے ہوئے یہ کر کے تو دیکھیے ان شاء اللہ یہ آسان ہو ہی جائے گا۔ اس کے علاوہ علم حاصل کیجئے، بزرگوں کے واقعات اور قرآن و احادیث کا مطالعہ کیجئے، عاشقانِ رسول کی صحبت اختیار کیجئے ان شاء اللہ غلطی تسلیم کرنا ایک معمولی بات لگے گی، ورنہ دشمن تو گھات لگائے بیٹھا ہے کہ ہمیں دوزخ کی طرف دھکیل دے۔

ہمیں چاہیے کہ چھوٹے بچوں کی بھی اسی انداز سے تربیت کریں کہ جب بہن بھائیوں میں کوئی ایک زیادتی کر جائے تو اسے معافی مانگنے کا ذہن دے کر اور اس کے فضائل بتا کر معافی منگوائیں۔ یوں ہی غلطی تسلیم کر لینے والے بچے کو ڈانٹنے کے بجائے اُس کی حوصلہ افزائی کریں بلکہ اُس کو سچ بات کہنے اور معافی مانگنے پر کوئی تحفہ بھی پیش کریں۔ یوں بچپن سے ہی غلطی تسلیم کر لینے اور معافی مانگنے کا ذہن بن جائے گا۔

اللہ پاک ہمیں اپنی غلطی ماننے کی راہ میں رکاوٹ بننے والی تمام چیزوں مثلاً شرم، تکبر اور سستی کو دور کرنے اور اپنی غلطی مان لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آخرت کی شرمندگی سے محفوظ فرمائے اور دنیا میں ہی توبہ ہم پر آسان فرما دے۔

اٰمِین بِجاہِ خاتَمِ النّبیّٖن صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 ترمذی، 4/224، حدیث:2507 2 بہارِ شریعت، 1/88، حصہ:1 3 بہارِ شریعت، 1/38، 39، حصہ:1 4 الاستیعاب، 3/206 ملخصاً 5 سنن کبریٰ للبیہقی، 7/380، رقم:14336

# غلطی نہ ماننا

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ مضمون 30ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کیا جارہا ہے۔)

غلطی نہ ماننا
زوجۂ افضال نصیر (FB ایریا کراچی)

غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے، کیونکہ انسان خطا کا پتلا ہے، لیکن اس غلطی پر ڈٹ جانا یا اپنی غلطی ماننے سے انکار کر دینا شیطانی صفت ہے، کیونکہ شیطان نے اپنی غلطی تسلیم نہیں کی، جب اسے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا اور اس نے انکار کیا تو اللہ پاک کے حکم کے باوجود وہ اپنی اس غلطی پر قائم رہا، اپنی غلطی ماننے اور اللہ پاک سے معافی مانگنے کے بجائے غرور اور تکبر میں مبتلا ہو کر مردود قرار پایا۔ جبکہ اس کے برعکس حضرت آدم علیہ السلام کو ایک اجتہادی خطا (جو کہ گناہ نہیں ہوتی) کے سبب جنت سے زمین کی طرف بھیج دیا گیا تو انہوں نے اپنی خطا کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ پاک سے معافی طلب کی اور رو رو کر عرض کرتے رہے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (۲۳) (پ8، الاعراف:23)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو نے ہماری مغفرت نہ فرمائی اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ضرور ہم نقصان والوں میں سے ہوجائیں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا خطا کے بعد اس پر غمگین ہونا اور معافی طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اپنی غلطیوں پر شرمندہ ہونا ربِّ کریم کے پسندیدہ بندوں کا طریقہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی خطا پر شرمندہ ہو کر کامیاب ہوئے، نیز اللہ کریم نے نہ صرف ان کی توبہ قبول فرمائی بلکہ انہیں تاجِ خلافت سے نوازا، جبکہ شیطان کی ہٹ دھرمی کی بنا پر اس کے گلے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لعنت و ذلت کا طوق ڈال دیا گیا۔

یاد رکھیے! اپنی غلطی تسلیم کرنا اپنے آپ کو انسان ماننا اور منوانا ہے اور غلطی پر ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرنا شیطانی کام ہے۔ لہٰذا اگر ہمیں اس بات کا احساس ہو جاتا ہے کہ ہم سے یہ غلطی ہو گئی ہے تو ہمیں ابلیس کی طرح اپنی غلطی پر ڈٹ جانے کے بجائے شرمندہ ہونا اور اسے تسلیم کر لینا چاہیے، نیز اس سے معافی مانگنی چاہیے جس کا ہم کسی بھی طرح کے نقصان کا سبب بنی ہوں چاہے وہ دل دکھانا ہو یا کوئی اور نقصان۔

ہمیں اپنی غلطی کو صحیح کرنے کی کوشش بھی کرنی چاہیے کہ اگر ہم اپنی غلطی کو صحیح سمجھ کر اس پر ڈٹی رہیں گی تو کبھی بھی دنیا اور دین میں اپنے صحیح مقام پر نہیں پہنچ سکیں گی بلکہ ہماری چھوٹی چھوٹی غلطیاں جنہیں ہم نظر انداز کرتی ہیں کسی بڑے نقصان کا سبب بن سکتی ہیں۔ غلطی کسی سے بھی ہو سکتی ہے لیکن جسے اس غلطی کا احساس ہو اور وہ اس پر شرمندہ ہو تو اس کی یہ شرمندگی اسے معتبر بنا دیتی ہے۔

## غلطی نہ ماننے کے اسباب

اپنی غلطی پر ڈٹ جانے اور اسے نہ ماننے کے چند اسباب ملاحظہ فرمائیے:

### اناوخود غرضی

یہ دونوں باتیں غلطی ماننے اور معافی مانگنے پر آمادہ ہونے میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں، انا یہ بات گوارا نہیں کرتی کہ ہم اپنی غلطی تسلیم کریں، حالانکہ نفس کی اس خواہش کو پورا کرنا ایک دوسری غلطی ہے، کیونکہ اگر نفس قابو سے باہر ہو جائے تو وہ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے۔

### غرور

اسی طرح غرور میں مبتلا ہونا یا صرف اپنے ذاتی مفاد کے لیے دوسروں کو غلط ثابت کرنے کی عادی ہونا بھی ایسے اسباب ہیں جو غلطی ماننے اور معافی مانگنے کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں، کیونکہ اس صورت میں اپنی غلطی کو دوسروں کے کھاتے میں ڈالنے کی پوری کوشش کی جاتی ہے۔ ذرا سوچئے! اگر اس میں کامیاب بھی ہو جائیں تو کیا یہ کامیابی دلی سکون اور سچی خوشی دے سکتی ہے؟

### بغض

اپنی غلطی نہ ماننے کا ایک سبب بغض بھی ہے۔ اگر آپ کے دل میں کسی شخص کے لیے بغض ہے تو یہ بغض آپ کو اس کے سامنے اپنی غلطی ماننے نہیں دے گا، اسی لیے اسلام نے دل میں بغض رکھنے سے منع فرمایا ہے، بلکہ ایک روایت میں ہے: اللہ پاک شعبان کی پندرہویں رات اپنی مخلوق پر تجلی فرماتا ہے تو مشرک اور بغض و کینہ رکھنے والے کے علاوہ ساری مخلوق کی مغفرت فرما دیتا ہے۔[1]

### غلطی تسلیم نہ کرنے کے معاشرتی نقصانات

اپنی غلطی سے انکاری ہونا معاشرے میں بھی بگاڑ کا سبب بنتا ہے، اس سے دلوں میں نفرتیں جنم لیتی اور آپس میں لڑائی جھگڑے پیدا ہوتے ہیں جس کی اسلام میں سختی سے مخالفت کی گئی ہے بلکہ اسلام میں درگزر، محبت اور امن کا پیغام دیا گیا ہے۔ اپنی غلطی تسلیم کرنے سے آپس میں محبت اور اتفاق پیدا ہوتا ہے جس کا ہمارا دین بھی تقاضا کرتا ہے۔

### حل و علاج

کسی کا بتایا ہوا کام آپ کرنا بھول جائیں، آپ کی وجہ سے کسی کو کوئی نقصان ہو جائے یا کسی کو آپ کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو معذرت کر لیجئے اور کوشش کیجئے کہ اپنی تمام غلطیوں کی دنیا ہی میں لوگوں سے معافی مانگ لیجئے ورنہ بروزِ قیامت آپ کے نیک اعمال اسے دے دیئے جائیں گے جس کا آپ نے ذرا سا بھی حق دبایا ہو گا اور اس وقت آپ کے پاس افسوس کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہو گا، آپ کی نظروں کے سامنے آپ کے اعمال اس کو مل جائیں گے اور آپ کچھ بھی نہیں کر سکیں گی۔

اللہ پاک عاجزی کو پسند فرماتا ہے لہٰذا ہمیں عاجزی اختیار کرتے ہوئے اپنی غلطیوں کی معافی مانگ لینی چاہیے تاکہ ہمارا یہ عمل ہمارے رب کو خوش کرنے کا باعث بن سکے، معافی ہمیشہ دل سے مانگئے کہ آئندہ اس غلطی کو دہرانے کا ارادہ نہ ہو ورنہ دکھاوے کے لیے مانگی جانے والی معافی بھی بیکار جائے گی جو دنیا میں بھی آپ کا اعتبار کھو دے گی اور آخرت میں بھی آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ ہم اپنی غلطی پر ڈٹ کر اپنے سب سے بڑے دشمن شیطان کو خوش کرتی ہیں جبکہ ہمیں اپنے رب کی رضا کا ہر لمحہ خیال رکھنا چاہیے جو کہ ہمارے لیے آخرت میں کامیابی اور جنت میں جانے کا سبب بنے گا۔

اللہ پاک ہمیں ان تمام اسباب سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے جو توبہ و معافی مانگنے کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

---

[1] معجم کبیر، 20/109، حدیث: 215

# تحریری مقابلہ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 30ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 258 مضامین کی تفصیل یہ ہے

| عنوان | تعداد | عنوان | تعداد | عنوان | تعداد |
|---|---|---|---|---|---|
| حضور کی روزوں سے محبت | 81 | غلطی پر اڑ جانا | 87 | حرمین طیبین کے حقوق | 90 |

## مضمون بھیجنے والیوں کے نام

**حضور کی روزوں سے محبت** خوشاب: جوہر آباد: بنت محمد شبیر۔ سرائے عالمگیر: پوران: بنت ذوالفقار علی۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت شاہد رمضان، بنت محمد جاوید، بنت نسیم حیات۔ تلواڑہ مغلاں: بنت اسلم، بنت اظہر حسین، بنت طارق، بنت عارف حسین، بنت عاصم شہزاد، بنت فیصل مجید، بنت فیصل، بنت محمد ارشد، بنت محمد لطیف، بنت مطیع الرحمن، بنت منیر، بنت وسیم علی، خوشبوئے مدینہ۔ شفیع کا بھٹہ: بنت عرفان، بنت محمد امین، بنت محمد سلیم، بنت محمد نذیر چوہدری، ہمشیرہ محمد آصف، بنت اشفاق احمد، بنت امجد فاروق، بنت امجد، بنت جعفر، بنت جہانگیر، بنت خلیل احمد، بنت راشد محمود، بنت سرمد، بنت شمس پرویز، بنت عبدالمجید، بنت عثمان علی، بنت فرید علی، بنت لیاقت، بنت محمد اشرف، بنت محمد اصغر مغل، بنت محمد جان، بنت محمد شبیر، بنت محمد شکیل، بنت ممتاز، بنت ناصر علی، بنت ندیم، بنت کاشف، بنت افضال احمد، بنت انعام اللہ بٹ، بنت ذوالفقار، بنت غلام حیدر، بنت محمد ریاض، بنت محمد شبیر، بنت محمد امجد، بنت ناہید۔ مظفر پورہ: بنت غلام میراں، بنت محمد نواز۔ معراج کے: بنت محمد شفیق، بنت رضا حسین، بنت طاہر حسین، بنت محمد افضل، بنت نور حسین۔ ندپور: بنت افتخار احمد، بنت الیاس، بنت خالد محمود، بنت رمضان احمد، بنت سلیم، بنت صدیق، بنت طیب، بنت عبد الستار، بنت محمد شکیل احمد، بنت محمد شکیل، بنت محمد عارف، بنت محمد ندیم، بنت وارث علی، بنت ہدایت اللہ۔ پاکپورہ: بنت سید ابرار حسین۔ گلبہار: ام معبد۔ ملتان: قادر پوراں: بنت محمد اسحاق۔ کراچی: دھوراجی: بنت شہزاد احمد۔ گجرات: کنگ سہالی: بنت محمد ریاض، بنت اشرف چشتی، بنت پرنس افضال احمد۔

**حرمین طیبین کے حقوق** اٹک: حضرو: بنت محمد ایوب۔ خوشاب: جوہر آباد: بنت امتیاز حسین، بنت غلام محمد منتخب۔ راولپنڈی: صدر: بنت وسیم۔ سرائے عالمگیر: بنت عبد الرحمن۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت محمد قیصر۔ تلواڑہ مغلاں: بنت اشفاق، بنت اللہ دتہ، بنت جنید رضا، بنت رزاق احمد، بنت محمد شکور، بنت جاوید، بنت ناصر محمود۔ شفیع کا بھٹہ: ہمشیرہ احمد، بنت اویس، بنت سعید، بنت عرفان، بنت محمد خالد، بنت محمد سجاد، بنت محمد ناصر، بنت محمد یعقوب، ہمشیرہ محمد حسین، بنت محمد عارف، بنت محمد خلیل، بنت محمد طارق، بنت اورنگزیب، ام کلثوم، بنت اصغر، بنت افتخار احمد، بنت راشد، بنت سلیمان، بنت شمس، بنت شہباز احمد، بنت صغیر احمد، بنت طارق محمود، بنت طارق نذیر، بنت ظہیر احمد، بنت عارف محمود، بنت عبد الماجد، بنت فضل الٰہی، بنت محمد آصف، بنت محمد احسن، بنت محمد اشرف، بنت محمد اکرم، بنت محمد سجاد، بنت محمد عرفان، بنت محمد ندیم، بنت محمد وسیم، بنت محمد گلزار، بنت محمد یعقوب، بنت محمد یوسف، بنت نعیم، بنت نوید احمد، بنت محمد اکرم، ہمشیرہ احمد، ہمشیرہ بلال حبیب، ہمشیرہ حامد مغل، ہمشیرہ حیدر علی، ہمشیرہ محمد اسماعیل، ہمشیرہ محمد جواد، بنت رفاقت حسین۔ مظفر پورہ: بنت محمد نواز۔ معراج کے: بنت غلام قمر، بنت لیاقت علی، بنت محمد ذوالفقار۔ ندپور: بنت الیاس، بنت رمضان

احمد، بنت سلیم، بنت شکیل احمد، بنت شکیل، بنت محمد صدیق، بنت محمد عارف، بنت محمد ندیم، بنت وارث علی۔ پاکپورہ: بنت معراج، بنت میاں محمد یوسف قمر۔ گلبہار: ام مشکوۃ، ام ہانی، بنت امیر حیدر، بنت حاجی شہباز، بنت خالد، بنت رضوان احمد، بنت سجاد، بنت شمس پرویز، بنت ظہور الٰہی، بنت فیاض، بنت محمد رشید، بنت منیر۔ فیصل آباد: جھمرہ سٹی: بنت محمد انور۔ دیال گڑھ: بنت ہدایت اللہ۔

غلطی پر اڑ جانا

بہاولپور: شاہدرہ: بنت فلک شیر، بنت نذیر احمد۔ خوشاب: جوہر آباد: بنت اشرف، بنت شوکت علی، بنت غلام محمد، بنت محمد شبیر۔ راولپنڈی: صدر: بنت الیاس۔ سرائے عالمگیر: پوران: بنت ذو الفقار علی۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت احسان اللہ، بنت تنویر۔ تلواڑہ مغلاں: اخت الاحد، بنت سخاوت علی۔ شفیع کا بھٹہ: بنت رضاء الحق، بنت رمضان، بنت غلام رسول، بنت محمد بابر، بنت محمد ذوالفقار، بنت کرامت علی، ہمشیرہ زین علی، بنت اشرف، بنت اشفاق احمد، بنت اعجاز احمد، بنت امجد پرویز، بنت انتظار حسین، بنت بشیر احمد، بنت تنویر، بنت جاوید اقبال، بنت خالد حسن، بنت خالد پرویز، بنت خوشی محمد، بنت رزاق بٹ، بنت ساجد، بنت سید آصف حسنین شاہ، بنت سید عاشق حسین شاہ، بنت شبیر احمد، بنت طاہر، بنت عارف محمود، بنت عبد الرزاق، بنت عبد القادر، بنت عتیق، بنت غلام مصطفےٰ، بنت محمد اشرف، بنت محمد اشفاق بھٹی، بنت محمد اقبال، بنت محمد بوٹا، بنت محمد جمیل، بنت محمد حبیب، بنت محمد رمضان، بنت محمد سلیم، بنت محمد شفیق، بنت محمد شمس پرویز، بنت محمد شمس، بنت محمد شکیل، بنت محمد عابد، بنت محمد عمران، بنت محمد یوسف، بنت نواز، بنت ہمایوں، بنت اعجاز احمد، ہمشیرہ احسان الٰہی، ہمشیرہ اسامہ بن امین، ہمشیرہ حسن کریمی، ہمشیرہ عبد القدوس، ہمشیرہ عمر جٹ، ہمشیرہ محمد منیب، ہمشیرہ میر حمزہ، بنت غفور، بنت محمد طاہر۔ مظفر پورہ: بنت آصف محمود۔ نندپور: بنت افتخار احمد، بنت الیاس، بنت رمضان احمد، بنت سلیم، بنت محمد شکیل احمد، بنت محمد شکیل، بنت محمد صدیق، بنت محمد عارف، بنت محمد ندیم، بنت وارث علی۔ گلبہار: ام ہانی، بنت رشید احمد، بنت طارق، بنت غلام حیدر۔ فیصل آباد: چباں: بنت ارشد محمود۔ لاہور: مغل پورہ: بنت عبد المجید۔ کراچی: فیڈرل بی ایریا: زوجہ افضال نضیر۔ گجرات: سوک کلاں: بنت شہباز حسین۔

## حرمین طیبین کے حقوق

بنتِ غلام محمد

(طالبہ: جامعۃ المدینہ گرلز جوہر آباد تحصیل و ضلع خوشاب)

حرمین طیبین وہ مقدس جگہیں ہیں جہاں ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنی مبارک زندگی گزاری۔ یقیناً یہ وہ جگہیں ہیں جہاں حاضری کے لیے ہر عاشق کا دل بے قرار رہتا ہے۔ جب وہاں حاضری کے لیے تڑپ ہوتی ہے تو وہاں کے کچھ حقوق بھی ہیں جن کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے، ان میں سے چند حقوق پیشِ خدمت ہیں:

### (1) تعظیم

**حرمِ مدینہ**

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جب حرمِ مدینہ آئے بہتر یہ کہ پیادہ (پیدل) ہو لو، روتے، سر جھکائے، آنکھیں نیچی کیے، درود شریف کی اور کثرت کرو اور ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو۔[1]

**حرمِ مکہ**

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس اُمّت کے لوگ (تب تک) ہمیشہ بھلائی پر رہیں گے جب تک مکے کی تعظیم کا حق ادا کرتے رہیں گے اور جب وہ اس حق کو ضائع کر دیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔[2]

### (2) خون نہ بہانا

**حرمِ مدینہ**

نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکے کو حرم بنایا، اسی کے لیے احرام بنایا اور میں مدینے کو حرم بناتا ہوں اس کے گوشوں کے درمیان کو کہ اس میں خون نہ بہایا جائے، نہ اس میں جنگ کے لیے ہتھیار

اٹھایا جائے، نہ چارے کے سوا یہاں کا درخت کاٹا جائے۔[3]

حرمِ مکہ

خانہ کعبہ کی وجہ سے اللہ پاک نے پورے حرم کی حدود کو امن والا بنا دیا یہاں تک کہ اگر کوئی شخص قتل و جرم کر کے حدودِ حرم میں داخل ہو جائے تو وہاں نہ اس کو قتل کیا جائے گا اور نہ اس پر حد قائم کی جائے گی۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں اپنے والد خَطّاب کے قاتل کو بھی حرم شریف میں پاؤں تو اس کو ہاتھ نہ لگاؤں یہاں تک کہ وہ وہاں سے باہر آئے۔[4]

## (3) صبر کرنا

حرمِ مدینہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا جو اُمّتی مدینے کی سختیوں اور تکالیف پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے لئے گواہی دوں گا۔[5]

حرمِ مکہ

مکے شریف میں عموماً ماحول کی تبدیلی کی وجہ سے طبیعت کچھ ناراض ہو جاتی ہے۔ مکے شریف میں برکتوں والی بیماری کی بھی بڑی فضیلت ہے جیسا کہ حضرت سعید بن جُبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو مکے میں ایک دن بیمار ہو جائے تو اللہ پاک اسے اس نیک عمل کا ثواب عطا فرماتا ہے جو وہ سات سال سے کر رہا ہوتا ہے (لیکن بیماری کی وجہ سے نہ کر سکتا ہو) اور اگر وہ (بیمار) مسافر ہو تو اسے دُگنا ثواب عطا فرمائے گا۔[6]

## (4) محبت کرنا

محبتِ رسول فرض ہے اور ہم اپنے آقا، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے محبت کرتی ہیں۔ صحابیۂ رسول حضرت اُمِّ عُمارہ رضی اللہ عنہا کے عشقِ رسول پر ہزار جانیں قربان! کہ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو دشمنوں کے گھیرے میں دیکھ کر جنہوں نے اپنی کمزوری کا خیال کیے بغیر بہادری و جرأت کے وہ جوہر دکھائے کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم بھی ہنس دیئے اور خوش ہو کر انہیں اپنی دائمی رفاقت کی وہ خوشخبری سنائی کہ انہیں زندگی بھر اس پر ناز رہا۔[7]

ہم جس سے محبت کرتی ہیں اس کی محبت ہم سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ اسے جس چیز سے محبت ہے ہم بھی اس سے محبت کریں۔ حرمین طیبین سے محبت کرنا ان کے حقوق میں سے ہے۔ حرمِ مدینہ و حرمِ مکہ سے محبتِ رسول کے متعلق صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ارشادات پڑھئے۔ چنانچہ

حرمِ مدینہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کسی سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینے شریف کی دیواروں کو دیکھتے تو محبت کی وجہ سے اپنی سواری کو تیز کر لیتے۔[8]

حرمِ مکہ

حضرت عبدُ اللہ بن عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو دیکھا کہ آپ مقامِ حَزْوَرَہ کے پاس اپنی اونٹنی پر بیٹھے فرما رہے تھے: اللہ پاک کی قسم! بے شک تو اللہ پاک کی زمین میں بہترین اور اللہ پاک کی زمین میں مجھے زیادہ پیاری ہے۔ خدا کی قسم! اگر مجھے اس جگہ سے نہ نکالا جاتا تو میں ہر گز نہ نکلتا۔[9]

اللہ پاک ہمیں حرمین طیبین کی با ادب حاضری نصیب فرمائے اور ان کے حقوق پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

---

(1) بہارِ شریعت، 2/ 1222، حصہ: 6 (2) ابن ماجہ، 3/ 519، حدیث: 3110 (3) مسلم، ص548، حدیث: 3336 (4) تفسیر نسفی، ص 174 (5) مسلم، ص549، حدیث: 3347 (6) اخبار مکہ، 2/ 312، رقم: 1569 (7) صحابیات و صالحات کے اعلیٰ اوصاف، ص63 (8) بخاری، 1/ 620، حدیث: 1886 (9) ابن ماجہ، 3/ 518، حدیث: 3108

# اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت اسلامی بہنوں کے اکتوبر 2024 کے دینی کاموں کی کارکردگی

| دینی کام | | نیشنل | انٹرنیشنل | ٹوٹل |
|---|---|---|---|---|
| انفرادی کوشش کے ذریعے دینی ماحول سے وابستہ ہونے والی اسلامی بہنیں | | 1082876 | 315195 | 1398071 |
| روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں | | 110083 | 38049 | 148132 |
| مدرستہ المدینہ (بالغات) | مدارس المدینہ کی تعداد | 12026 | 4892 | 16918 |
| | پڑھنے والیاں | 108023 | 36728 | 144751 |
| ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع | تعداد اجتماعات | 11049 | 5656 | 16705 |
| | شرکائے اجتماع | 407800 | 166047 | 573847 |
| ہفتہ وار مدنی مذاکرہ سننے والیاں | | 133305 | 39262 | 172567 |
| ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ) | | 41394 | 13364 | 54758 |
| ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں | | 728710 | 149505 | 878215 |
| وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل | | 97424 | 42288 | 139712 |
| مدنی کورسز | تعداد مدنی کورسز | 1385 | 2095 | 3480 |
| | شرکائے مدنی کورسز | 18866 | 48536 | 67402 |

## 33واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے مارچ 2024

1. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی چاروں شہزادیوں سے محبت
2. حوصلہ شکنی
3. اولاد کو سدھارنے کے طریقے

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 دسمبر 2024

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

# فیضانِ صحابیات قصور

الحمدللہ مرشدِ کریم کے فیضان سے مالامال دعوتِ اسلامی کے تحت اسلامی بہنوں کا مدنی مرکز بنام **فیضانِ صحابیات نور بیگم مین 9 روڈ محلہ رسول پورہ تحصیل و ضلع قصور** کا باقاعدہ افتتاح 2022 میں مبلغِ دعوتِ اسلامی عبد الماجد عطاری (سٹی ذمہ دار شعبہ معاونت برائے اسلامی بہنیں) کے مبارک ہاتھوں سے ہوا۔ اس جگہ کا کل رقبہ 22 مرلے ہے۔ یہ 3 منزلہ عالیشان عمارت 18 کمروں پر مشتمل ہے جس میں 5 بڑے ہالز، شعبہ جات کے آفسز، ایک بڑا کچن اور ایک ڈائننگ ہال ہے۔ 2021 میں اس عمارت میں علاقے کی معروف سیاسی و سماجی شخصیت حاجی بشیر احمد عُرف پپو جٹ صاحب نے ثواب کی نیت سے اپنی مدد آپ کے تحت حفظ و ناظرہ کی کلاسز شروع کروائیں، مگر جب انہوں نے دعوتِ اسلامی کے تحت چلنے والے مدارس المدینہ (بوائز / گرلز) اور جامعات المدینہ (بوائز / گرلز) کا مُنَظَّم نظام دیکھا تو اتنے متاثر ہوئے کہ اسی سال اس عمارت کو دعوتِ اسلامی کے حوالے کر کے مدارس المدینہ (گرلز) اور جامعات المدینہ (گرلز) کے لئے وقف کر دیا۔ پھر 2022 میں اسلامی بہنوں کا دینی مرکز **فیضانِ صحابیات** بھی قائم کرنے کی اجازت دے دی۔

## شعبہ جات کی تعداد

الحمدللہ فیضانِ صحابیات قصور میں فی الحال یہ 3 شعبہ جات دینِ اسلام کا حقیقی پیغام عام کرنے میں مصروف ہیں:

- مدرسۃ المدینہ (گرلز)
- جامعۃ المدینہ (گرلز)
- دارُ السُّنَّۃ (گرلز)

## ہدف

ان شاءاللہ عنقریب یہاں مزید ایک اور شعبہ بنام **فیضان آن لائن اکیڈمی (گرلز)** بھی قائم کیا جائے گا۔

ib.darulsunnahpak@dawateislami.com